المرشد

جلد ۶ | شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ ماہ مئی ۱۹۸۵ء | شمارہ ۸

ماہنامہ المرشد

چندہ سالانہ ۴۵/ روپے
ششماہی ۲۵/ روپے
فی پرچہ ۴ روپے
چکوال جہلم

رابطہ کے لیے: دارالعرفان منارہ ضلع جہلم

اس شمارہ میں

* اداریہ: پیش بینی —— مدیر
* باتیں ان کی خوشبو خوشبو —— حضرت شیخ المکرم رح
* اسرار التنزیل —— مولانا محمد اکرم
* چراغ مصطفوی ص —— پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے
* محبوب رب العالمین ص —— سید علی شاہ
* انقلاب ایران —— ادارہ
* سوئے مدینہ —— ایک استاد کا سفرِ حج
* انسان کا مستقبل —— حافظ عبدالشکور
* کہاں سے کہاں لایا گیا ہوں —— شاہد جاوید

بیاد: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالیہ

مدیر مسئول: پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم، اے (عربی اسلامیات)

مدیران اعزازی: مولانا اللہ بخش زاہد ایم اے معاشیات اور ابو طلحہ

سول ایجنٹ: مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور

طابع و ناشر حافظ عبدالرزاق مطبوعہ شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور مقامِ اشاعت: المحسنات منزل چکوال ضلع جہلم

باسمہٖ سبحانہٗ

پیش بینی

اداریہ

مخلوق ۔ اپنی پیدائش اور بقا میں خالق کی محتاج ہے اور اس احتیاج کا میدان مخلوق کی ضرورتیں ہیں ۔ ہر ذی روح کی فطرت میں ضرورت کا احساس اس کے پورا کرنے کی خواہش رکھ دی گئی ہے پھر ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی نعمتوں کا وسیع دسترخوان پھیلا دیا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کی ساری مخلوق میں سے اشرف المخلوق یعنی انسان کی ضرورتوں کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہے اور خواہشات کا میدان سے بھی وسیع تر ۔ بقول کسے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اور خواہشات کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ انسان اپنی ضرورتوں پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ضروریات سے آگے بڑھ کر تعیشات پر لٹو ہو جاتا ہے ۔ حتیٰ کہ تعیشات کو بھی ضروریات کی فہرست میں درج کرنے لگتا ہے پھر ان ضروریات ۔ حقیقی اور مصنوعی ۔ دونوں کے پورا کرنے میں ایسا مستعد کہ ضرورت پیدا ہونے سے پیشتر ہی اس کے پورا کرنے کا سامان کر لیتا ہے ۔ مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ موسموں کا تغیر و تبدل ایک لگے بندھے اصول کے مطابق سامنے آتا رہتا ہے اور ہر موسم کی ضرورتیں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں مثلاً سردی کا موسم ہے اس کے لئے گرم کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ چنانچہ سردیاں آنے سے مہینہ دو مہینے پہلے ہی لوگ گرم کپڑے سلوانا شروع کر دیتے ہیں ۔ اور سردیاں شروع ہونے سے کہیں پہلے موسمی اثرات سے محفوظ ہونے کا پورا پورا انتظام کر لیتے ہیں ۔ اسی طرح گرمیاں آنے سے بہت پہلے ململ کے کرتے ، بشرٹ ، اور باریک کپڑے کا لباس تیار کرنے کا دھندا شروع ہو جاتا ہے ۔ گویا یہ پیش بینی اور پیش بندی انسانی فطرت میں داخل ہے ۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ انسانی ضرورتوں کا دائرہ کیا صرف اس کی جسمانی ضرورتوں

اور جسمانی راحتوں تک محدود ہے یا اس میں روح کا بھی کچھ حصّہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جب انسان کی ذات جسم اور روح سے مرکب ہے تو ضرور توں کا تعلق بھی دونوں سے ہونا چاہیئے۔ اور جتنا احساس جسم کی راحت اور آرام کا ہوتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر روح کی راحت اور سکون کا احساس بھی ہونا چاہیئے کیونکہ روح تو جسم سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جتنی مستعدی جسمانی راحتوں کے سلسلے میں پائی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ روحانی راحتوں کے سلسلے میں پائی جانی چاہیئے۔ کیونکہ یہ احساس، یہ مستعدی اور یہ پیش بینی فطرتِ انسانی کا حصّہ ہے۔

جس طرح طبیعات میں موسم بدلتے ہیں اسی طرح روحانیات میں راحتوں کی نوعیت کے اعتبار سے موسم بدلتے رہتے ہیں۔ جسمانیات کی دُنیا میں موسم کی سختیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور راحتوں کا سامان سمیٹنا پڑتا ہے۔ اسی طرح روحانیات کی دنیا میں بھی یہی دونوں پہلو سامنے آتے ہیں۔ ہاں مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اس مہم میں کام جسم ہی سے لینا پڑتا ہے۔ گو راحتیں روح کے لئے ہوتی ہیں مگر جب جسم اور روح میں توافق اور تطابق پیدا ہو جائے تو جسم کو بھی ان راحتوں سے حصّہ وافر ملنے لگتا ہے جس کا اسے احساس ہوتا ہے۔

مثلاً رمضان کا مہینہ آنے والا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی رحمتیں سمیٹنے کا موسم ہے۔ جیسا کہ خالق کائنات نے مطلع فرمایا ہے۔ کہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدی للناس وبیّنٰتٍ من الھدیٰ والفرقان (۲ : ۱۸۸)

یعنی یہ مہینہ ہے جس میں قرآن جیسی عظیم کتاب ہدایت نازل کی گئی جو حق و باطل میں تمیز کرنا سکھاتی ہے اور حق و باطل میں تمیز ہی انسانیت کا شرف ہے۔ اور معراج انسانیت ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنّۃ :

یعنی جب رمضان شروع ہوتا ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

جنت کیا ہے، انتہائی درجہ کی راحت و مسرت کا مقام انسانی فطرت ۔ اگر وہ مسخ نہ ہو چکی ہو ۔ تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس موسم کے آنے سے پہلے ہی اس کی مسرتوں کو سمیٹنے کا اہتمام کر لیا جائے۔ مگر وہ کیسے ہو۔ تو اس کا احساس تو فطری ہے مگر اس کی تدبیریں نفسیاتی، ذہنی، عملی اور شرعی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ رمضان میں شرعاً جو کام کرنے کے ہیں ان کے لئے ذہنی اور عملی طور پر تیاری ہی نہیں بلکہ اشتیاق پیدا کرنا چاہیئے ۔

رمضان میں بالخصوص کرنے کے دو کام ہیں، دن کا روزہ اور رات کا قیام اور یہ دونوں ایسے کام ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور من قام ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ۔

یعنی جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اور جس نے رمضان کی راتوں کا قیام (صلواۃ تراویح) اسی انداز سے کیا اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو گئے ۔ اور بچنے کے کام یہ ہیں کہ زبان، کان، ہاتھ پاؤں وغیرہ تمام اعضاء کو اللہ کی نافرمانی سے بچائے لہذا ضرورت ہے کہ شعبان میں اپنے آپ کو ان دونوں پہلوؤں سے تیار کرنا چاہیئے ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرتؐ کو شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے ہوئے کسی ماہ میں نہیں دیکھا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی فطرت کو بیدار کرنے کے لئے اپنے عمل سے یہ سبق دیا ہے کہ رمضان کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کی یہ صورت ہے۔

اسی قسم کی روحانی راحتیں سمیٹنے کے لئے ایسے موسم ہر سال آتے جاتے رہتے ہیں یہ دراصل ایک ایسے موسم کے لئے راحتیں سمیٹنے کی مشق ہے۔ جو آئے گا تو سہی مگر جائے نہیں۔ ہاں اس کے حصے دو ہیں وہ شروع ہوتا ہے آنکھیں بند ہونے سے اور اس کے پہلے حصے کا نام برزخ ہے اور دوسرے حصے کا نام آخرت جس کی راحتیں اور مسرتیں ابدی ہیں۔ اس موسم کے لئے سامان سمیٹنے کا اہتمام بھی یہیں قبل از وقت کرنا ہے۔ چنانچہ جب

آیت افمن شرح اللہ صدرہ الخ نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اسلام کے لئے شرح صدر جب ہوتا ہے تو دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے تو اس نور کی کوئی علامت بھی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بتائی کہ الاستعداد للموت قبل نزولہ۔ یعنی موت آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری کرنا ظاہر ہے کہ یہ تیاری اور اس کی کیفیت اس کے بغیر کیا ہے موت آنے سے جو موسم بدلے گا اس کے لئے سامان پہلے تیار کر لو جیسے گرمیوں کے آنے سے پہلے باریک پتلے کپڑے تیار کر لیتے ہیں مارچ میں ہی بجلی کے پنکھے، ایئر کولر، روم کولر، ایئر کنڈیشنر وغیرہ خرید لیا کرتے ہیں اور سردیاں آنے سے پہلے گرم کپڑے، گرم بستر، کمبل سویٹر، سوٹ اور روم ہیٹر، الیکٹرک راڈ) وغیرہ خرید لیا کرتے ہو۔ ایسے ہی آخرت کی ابدی راحتیں سمیٹنے کا انتظام موت کے آنے سے پہلے کر لو۔ اس انتظام کی فہرست تو زندگی کی ضرورتوں کی طرح بڑی لمبی ہے مگر اس کا اصول نہایت مختصر مگر جامع اور وہ یہ ہے کہ جو کام جو بات جو چیز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو وہ تمہیں علمی طور پہ بھی اور عملی طور پہ بھی محبوب ہو اور جو کام جو بات اور جو چیز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہو وہ تمہیں دل کے یقین سے اور عملاً ناپسند ہو کیونکہ وہ مضر ہے

بس وہاں کی راحتیں سمیٹنے کا یہی ایک اصول ہے ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مدیر

باتیں ان کی خوشبو، خوشبو

حضرت شیخ المکرم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

۱۔ خداوندِ قدوس کی رضامندی کا نام ہی جنت ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا وہ جنتی ہوا اور جنت محل رضا ہے۔

۲۔ خوب یاد رکھیں، ہجرت، نصرت اور بیعت یہ عنوان نہیں بلکہ معنون ذات اصحابِ رسول ہے۔ باری تعالیٰ کی رضامندی کا تعلق صحابہ کرامؓ کی ذات سے ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرام پر پانچ انعامات کا اعلان فرمایا ہے۔

ا۔ ان کے ایمان کی شہادت دی۔

ب۔ رضا کی بشارت

ج۔ ان کے دلوں میں صدق وصفا کی موجودگی کا اعلان

د۔ طمانیت قلب۔

ر۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی شہادت۔

۴۔ فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد میں دین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے مسجدیں بنانے کا یہ خاص اہتمام کیا کہ جو مقام قبضہ میں آتا وہاں فوری طور پر مسجد بنانے کا حکم دے دیتے اور

مساجد میں ائمہ اور مؤذنوں کا تقرر فرمایا جن کی تعداد ۴۰۰۰ ہزار تک ہے۔ اور نو سو جامع مسجدیں تعمیر کرائیں۔

۵۔ قرآن مجید نے بعثت رسول ؐ کے دو اہم مقاصد بیان کئے ہیں اوّل یہ کہ دینِ حق کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کیا جائے۔ دوم یہ کہ اخوت اسلامی پیدا کر کے اقوامِ عالم سے انتشار۔ افتراق اور فتنہ و فساد کو ختم کیا جائے۔ مگر ان دونوں میں بھی پہلا امر مقصد ہے اور دوسرا اس مقصد تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

۶۔ جو دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے حضور نے اس کی دعوت عام دیدی اور پورے کا پورا دین ظاہر کر دیا لہٰذا جو دین رسولِ اکرم ؐ نے پیش نہیں فرمایا وہ نہ دینِ حق ہے نہ دینِ رسول اور جو دین اُس وقت ظاہر نہ ہوا بلکہ مستور رہا وہ بھی دینِ رسول نہیں۔

۷۔ قرآنِ کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر چار قسم کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ گذشتہ کتب مقدسہ کی پیشن گوئیاں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آئیں۔

۲۔ وہ معجزات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے۔

۳۔ وہ تعلیمات جو آپ ؐ نے عالم انسانیت کی ہدایت کے لئے پیش کیں۔

۴۔ شاگردوں کی وہ جماعت جن کے کمالات اور فضائل کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

۸۔ صدیق اکبر رضؓ تو حضور اکرم ؐ کی بعثت سے پہلے ہی آپ کے منتظر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے

پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھے
تھے۔ چنانچہ جوں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
نبوت کا دعویٰ کیا صدیق اکبر نے ایمان کا اظہار کر دیا
اس لئے انہیں نومسلم بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ نومسلم
تو وہ ہے جس نے انکار کے بعد اقرار کیا ہو۔ صدیق اکبر رضؓ کا
انکار ثابت ہی نہیں۔

۹۔ خلیفۂ اول — صدیق اکبر کا وظیفہ تین درہم ۱۲ آنے روزمقرر
ہؤا۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس وظیفہ سے خلیفۂ رسول نے
کتنی دنیا اکٹھی کی ہو گی۔ کتنی جائداد بنائی ہو گی۔ کتنے محل
تعمیر کئے ہوں گے۔

یہ تو تھا اس جاں نثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت
کا آغاز۔ اس کے اختتام کا نقشہ بھی دیکھ لیجئے۔
نہج البلاغہ کی شرح درۃ النجفیہ میں شیعہ عالم لکھتا ہے۔
ان ابا بکر مات ولم یخلف درھما ولا دینارا
یعنی ابوبکر رضؓ دنیا سے رخصت ہوئے تو ورثہ میں ایک
دینا بلکہ ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔

۱۰۔ جن حضرات کی حق شناسی حق گوئی، حق پرستی اور
للہیت کی شہادت رب العالمین خود دے اور زبان
رسالت اس اجمال کی تفصیل بھی سنا دے اور اس
کی شہادت دیدے تو مزید کسی شہادت کی ضرورت
ہی نہیں رہتی۔

حضرت مولانا
محمد اکرم صاحب
دامت برکاتہم

مسلسل

اسرارُ التّنزیل

عمل کے میدان میں جو لوگ جتنے کمزور ہوتے ہیں اتنے ہی وہ بے کار اور فضول بحثوں میں اُلجھ پڑتے ہیں اور اسے بے مقصد معرکہ آرائی کو "کارِ خیر" سمجھ کر قوم و ملت پر بڑا احسان جتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں بھی ربع صدی سے کچھ اسی طرح کی کیفیت پیش آچکی ہے، بحث مباحثہ کا موضوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بنا کر حاضر و ناظر علمِ غیب اور نور و بشر کے جھگڑے ہی مقررین اور سامعین کے لئے اصل دین بنا دئے گئے ہیں۔ فروعات کی اس جنگ میں شرک و بدعت کی مخالفت کے نام پر ایک گروہ نے انبیاءؑ و اولیاءؒ کے بارے میں زبان درازی شروع کر دی اور بتوں اور شیاطین کے بارے میں نازل شدہ آیاتِ کریمہ کو اپنے دعوے کی دلیل بنا کر پیش کرنے لگے اور اپنے "توحید کے اس سیلاب" میں سبھی کو بہا لے جانے کی کوشش کرنے لگے، ٹیکسلا کا نواحی علاقہ بھی عقائد کی افراط و تفریط میں کچھ اس طرح اُلجھا ہوا ہے کہ لوگ دین کی بنیادی باتوں کو چھوڑ کر فضول بحثوں میں اُلجھتے جا رہے ہیں حضرت مولانا اکرم صاحب مدظلہٗ ۱۳ نومبر ۱۹۸۴ء کو اس علاقہ میں خانپور تشریف لائے جلسہ کا اعلان اشتہارات وغیرہ کے ذریعہ کافی پہلے ہو چکا تھا۔ اس لئے سامعین کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی آپ نے رسالت اور اس کی ضرورت اور صحابہ کرامؓ کی شان میں نہایت دلنشین انداز میں خطاب فرمایا جو ہدیۂ قارئین ہے۔ (غلام قادری)

تقریر کو تحریر میں لانے کے لئے کہیں کہیں تکرارِ الفاظ و فقرات وغیرہ سے بچنے کے لئے قدرے اختصار سے کام لیا گیا ہے ایسے میں کسی خامی کی ذمہ داری راقم الحروف کے سر ہے۔ نیز چند ایک مقامات پر "مفہوم" کو اپنے الفاظ کا جامہ بھی پہنانا پڑا اس کی ذمہ داری بھی مرتب پر ہی ہے (مرتب سید حنیف نقوی)۔

شیخ المکرم کا خطاب خانپور ہزارہ میں مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۸۴ء

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:

محترم علمائے کرام اور معزز حاضرین محفل! اللہ جل شانہ، کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس تقریب سعید میں اس نے بندہ کو شرکت کی توفیق عطا فرمائی۔ میں چند ایک بنیادی باتیں عرض کروں گا۔

سامعین محترم! خداوند کریم نے جب اس کائنات میں انسان کو پیدا فرمایا تو وہ ذاتِ باری ایسی رحیم و کریم ہے کہ ضرورت مند بعد میں آئے اور تکمیل ضرورت کے اسباب اس نے پہلے فراہم کر دیئے اس دنیا میں انسان بعد میں آیا لیکن سورج کا یہ طلوع و غروب یہ ابر و باراں کا انتظام یہ کھیتوں کی سرسبزی و شادابی اور یہ درختوں میں پھول اور پھل۔ انسان کے لئے طرح طرح کی غذا، بیماری میں دوا۔ یہ سامانِ رہائش۔ سواری کے لئے جانور۔ دودھ اور گوشت فراہم کرنے والے جانور غرضیکہ طرح طرح کی نعمتیں پہلے سے فراہم فرمادیں حقیقت میں "رب" ہوتا ہی وہ ہے اور "رب" کہا اور مانا بھی اسے ہی جائے جو ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت، ہر وقت، ہر جگہ پوری کر رہا ہو۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے دروازے پر حاجت روائی کے لئے دستک دینے کی ضرورت ہی نہ ہو۔

انسان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ربّ العالمین نے اتنی وسیع کائنات بنائی جس کا احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ آج ہم میں سے کوئی بھی اپنی بیتی ہوئی زندگی میں استعمال کی ہوئی نعمتوں کو گننا چاہے تو قطعاً شمار نہیں کر سکتا۔ خدائے پاک نے اعلان فرما دیا خلق لکم ما فی الارض جمیعًا " یہ سب کچھ تمہاری خاطر ہے" دیکھئے یہ جانور بھی تو ذی روح ہیں۔ زندگی کس ذی روح کو پیاری نہیں؟ جینے کو ان کا بھی جی چاہتا ہے، لیکن کروڑوں، اربوں جانور ہیں جو ہماری لذتِ کام و دہن کے لئے ہماری بھوک مٹانے کے لئے اپنی جانیں ہار دیتے ہیں۔ کتنوں کی کھال اترتی ہے اور ہمارے جوتے بنتے ہیں تاکہ ہمارے پاؤں میں کانٹا تک نہ چبھے، کتنوں کی پشم اور اون اتاری جاتی ہے اور ہمارے لئے طرح طرح کی خوش رنگ و دیدہ زیب پوشاکیں تیار ہوتی ہیں، کتنے درختوں کو انسان کاٹ کر، تراش کر اور جلا کر

اپنی روز مرہ کی ضروریات پوری کرتا ہے یہ سب نعمتیں جس کی پیدا کردہ ہیں جس کی فراہم کردہ ہیں اُس کی شانِ کریمی ملاحظہ ہو وہ فرماتا ہے "اے انسان یہ سب کچھ تیرے لئے ہے" اب غور طلب بات یہ ہے کہ خاک کے ذرّے سے لے کر افلاک کے ستاروں تک یہ ساری چیزیں انسان کے "مادی وجود" کی پرورش اور تربیت کی خدمت میں مصروف ہیں لیکن یہ مادی وجود یہ نرا جسم ہی "انسان" نہیں ہے۔ اس قادرِ کریم کی قدرتِ کاملہ کا ایک کرشمہ ہے کہ مادے کی کثیف صورت کے ساتھ عالم امر کی لطیف ترین حقیقت کا پیوند لگا دیا اور یہ صرف اُسی کو سزاوار ہے ورنہ لطافت کی بلندی کہاں اور کثافت کی پستی کہاں؟ کہاں نور، کہاں ظلمت؟ جہاں دن آئے گا رات نہیں ہوگی جہاں رات کی تاریکی چھا جائے گی وہاں اُس وقت دن کا اُجالا نہ ہوگا!! لیکن اس قادر مطلق نے انسانی وجود کی ساخت میں کثافت اور لطافت کا ایسا رشتہ جوڑ دیا ہے کہ ارض وسما ختم ہوجائیں زمین وزماں ختم ہو جائیں کائنات مٹ جائے گی لیکن ان کا رشتہ نہیں ٹوٹے گا چونکہ "امر" وصفِ باری ہے اورصفات باری کو فنا نہیں ہے اس لئے جب کثافت کا رشتہ عالم امر کی لطافت سے جڑا تو اسے بھی فنا سے مستثنیٰ کر دیا یعنی یہ کثافت بھی فنا کی حدود سے آگے نکل گئی!!

یہ جو موت ہے فنا نہیں بلکہ بقا کی طرف ایک گزرگاہ ہے جسے ہم موت کہتے ہیں یہ عالمِ برزخ کے لئے پیدائش ہے۔ جیسے انسان شکمِ مادر سے اس دنیا میں آتا ہے ویسے ہی یہ دنیا برزخ کے لئے ماں کا پیٹ ہے۔ جب یہاں سے جاتا ہے برزخ میں پیدا ہوتا ہے اور یہ پیٹ خالی کر جاتا ہے فنا نہیں ہوتا بلکہ اپنی منزل کی طرف ایک قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔ جب ایک قدم اور آگے بڑھے گا تو برزخ کو چھوڑ کر میدانِ حشر میں پہنچ جائے گا۔ جب کہیں اپنی آخری منزل کو پائے گا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ منزل کیا ہوگی اور اُسے انسان کیسے پائے گا؟ یہ اس مادی عقل کے احاطہ

سے باہر ہے یہ مادی عقل وہاں تک کام کر سکتی ہے نہ مادی نگاہ وہاں پہنچ سکتی ہے نہ یہ مادی کان وہاں کی آواز سنتے ہیں۔ خداوندِ عالم جو رب العالمین ہے جس نے ایک مشتِ خاک سے انسانیت کا سلسلہ قائم کیا اس کے لئے اتنی وسیع وعریض کائنات کی تخلیق فرمائی وہ اگر اس "تجلی" "جو" عالم امر" سے متعلق تھی اور جسے روح کا نام دیا گیا کی تربیت کا کوئی اہتمام نہ کرتا تو رب العالمین کی ربوبیت پہ حرف آتا تھا۔ وہ کیسا میزبان ہے جو سواری کے لئے گھوڑا فراہم کرے اور اس گھوڑے کی پرورش و نگہداشت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے لیکن اس سوار کی طرف کوئی توجہ نہ دے جس کے لئے یہ گھوڑا پالا پوسا گیا ہو۔ حالانکہ سواری (گھوڑا) کی عزت سوار کے لئے ہے۔ اللہ تعالےٰ کو کتنا عزیز ہے وہ سوار جس کے لئے کائنات مسخر کر دی ایک جہاں تخلیق فرما دیا۔ سورج چاند ستارے اس کی خدمت میں لگا دیئے۔ ہاں تو اس جہانِ فانی میں پھول کھلائے

گئے وہاں کانٹے بھی پیدا کئے گئے ہیں۔ سبزہ زاروں اور مرغزاروں کے ساتھ ساتھ خار زار اور چٹیل صحرا بھی ہیں اس زمین کی تہوں میں سونا اور جواہرات بھی پوشیدہ ہیں اور اس زمیں کے غاروں اور کھائیوں میں سانپ، بچھو اور نہ جانے کیا کیا بلائیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ بدنصیب انسانوں کی خودکشی کے لئے چٹانیں کھائیاں کنوئیں اور نہ جانے کیا کچھ موجود ہے لیکن اسی عالم کو منور کرنے کے لئے سورج بھی طلوع ہوتا ہے آ یاد رہے کہ دنیا کے اس ظلمت کدے کے سورج انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس عالم کے ستارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ وہ اس عالم کی بادِ بہاری ہیں اور "خدام صحابہؓ اولیاء عظام اللہ کے نیک بندے وہاں کی کھیتی ہیں۔ اللہ کا کلام وہاں کا پھل۔ اللہ کے نبی کے پیغام سے اور ان صحابہ و اولیاء سے بھٹک جاؤ تو اتنے بڑے خار زار اور صحرائیں گرنا ہے جہاں سے گرنے والا

(العیاذ باللہ) جہنم میں ہی جا کر رُکتا ہے۔
اس دنیا میں انسان کو آنکھیں دی گئیں، کانوں سے بہرہ ور ہُوا، تریاں اور زہر کی تمیز دی، میٹھے اور کڑوے سے آشنا کیا۔ ایسے ہی اسے عقل و شعور دیا۔ اسی شعور کو جو حق کی جستجو میں، حق کی طلب میں استعمال ہو معرفت کہتے ہیں یہاں جو شعور سے نہ جئے وہ زندگی ہار جاتا ہے، بغیر اس معرفت کے چلنے والا "روحانی خودکشی" کرتا ہے
اللہ پاک تو ایسا کریم ہے کہ اُس نے شروع ہی سے انسانی ضروریات کا خیال رکھا۔ دنیا میں جب صرف دو انسان آدمؑ و حوّا ہی تھے تو مرد کو نبی بنا دیا جب ان کی اولاد دنیا میں اس کرۂ خاکی پہ پھیلی تو جہاں بھی ضرورت پڑی وہاں ایک نبی پیدا فرما دیا یہاں تک کہ انسانیت جوبن پہ پہنچی ہے۔ اس کی ضروریات بڑھتی جا رہی ہیں۔ حالات یک لخت دوگام بدلتے جا رہے ہیں۔ سائنسی ایجادات نے مہینوں کے سفر گھنٹوں میں ممکن بنا دیئے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی طنابیں کھینچ کر دنیا کو ایک وحدت بنا دیا۔ یہ تو بیسویں صدی ہے عیسوی یا پندرھویں صدی ہجری کی بات ہے ع۔ آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا؟
لیکن ان ضروریاتِ تازہ کے پیدا ہونے سے پہلے ایسا عظیم الشان رسول بھیجدیا کہ انسانی ذرائع کی رسائی پوری دنیا میں بعد میں ہوئی لیکن وہ نورِ نبوت پہلے پھیلا دیا گیا۔ اندازہ کیجیئے! دریا کے اس پار حضرت ابراہیمؑ کی نبوت ہے لیکن اُس پار حضرت لوطؑ کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ فرشتے یہاں حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرزند ارجمند کی ولادت کی خوشخبری دینے آئے۔ پوچھا "اب کہاں جانا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا "قوم لوط کو تباہ کرنے" یعنی دریا کے اس پار وہ قوم تھی اور اس طرف یہ تھے! لیکن وہ وقت ایسا تھا کہ عموماً جو جس علاقے میں پیدا ہُوا وہاں ہی عمر بسر کر دی ذرائع آمد و رفت اور وسائل معاش محدود تھے۔ زندگی بالکل سادہ تھی۔ اس لئے حضرت لوطؑ کے علاقہ

کے لوگوں کا حضرت لوطؑ کو نبی ماننا ضروری تھا۔ ان کے لئے حضرت لوطؑ کی شریعت کے مطابق ہی نماز، روزہ زکوٰۃ اور دیگر عبادات و معاملات واجب تھے۔ یہی صورت سیدنا حضرت ابراہیمؑ کے پیروکار کی تھی لیکن زمانہ ایسا بدلا کہ ایک شخص صبح پاکستان میں ہے دوپہر کو کابل میں اور شام کے بعد انگلینڈ یا اس سے آگے پیچھے پہنچ گیا۔ اب اگر نبوت اس طرح ہوتی کہ پاکستان کا ایک نبی، کابل کا دوسرا رسول اور اگلے ملک کا کوئی تیسرا پیغمبر ہوتا تو بتایئے کہ ایک مسلمان کتنی شریعتوں کو اپنا سکتا تھا؟ کتنے طریقہ ہائے عبادات کو از بر کر سکتا تھا۔ اللہ کریم نے اپنی مخلوق کو مشکل میں ڈالنا اور دین کو شکل بنانا پسند نہیں فرمایا ایسا عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا، ساری دنیا میں پھر جاؤ دین کی ایک ہی اذان، ایک ہی تکبیر، ایک ہی قرآن اور ایک ہی کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کافی ہوگا چین چلے جاؤ وضو اسی طریقہ سے ہوگا جاپان میں رہو اذان یہی ہے ملائشیا میں نماز پڑھو نماز یہی ہے جرمنی میں روزہ رکھو ہر جگہ یہی طریق عبادات ہیں، دنیا میں سائنسی ترقی بعد میں ہوئی بحری، ہوائی اور خلائی جہاز بنے ریڈیو، ٹی وی اور وائرلیس وغیرہ نے زمین کی طنابیں کھینچ دیں، فاصلہ کم ہو گئے۔ لیکن انسانی کی روحانی ضروریات و مشکلات کے حل خدائے برتر کی رحمتِ آفاقی نے صدیوں پہلے پیدا فرما دیئے۔ جبکہ آقائے نامدار رحمۃ اللعالمین کو مبعوث فرما کر ساری انسانیت پر ایک عظیم احسان فرمایا۔

ایک مثال عرضِ خدمت ہے کہ اگر ہم چاہیں کہ اس مسجد میں آٹھ دس بلبوں کی جگہ صرف ایک ہی بلب ہو جو ساری مسجد کو روشن رکھے تو اس کے لئے عام قسم کا شیشہ یا بجلی کا تار کام نہیں کرے گا۔ بلکہ زیادہ مضبوط، پائیدار قسم کا شیشہ اور تار درکار ہوں گے جو زیادہ طاقتور برقی رَو کو سہار سکے، اندازہ کیجئے کہ اگر آپ بیک وقت پورے ملک یا پوری دنیا کو روشن کرنا چاہیں تو کتنا طاقتور

بلب درکار ہوگا۔ یہ بلب تو سورج سے بھی زیادہ توانائی والا ہوگا کیونکہ سورج تو بیک وقت صرف نصف کرہ زمین کو روشن کرسکتا ہے اور پھر سورج کی روشنی اور حرارت صبح کو اور دوپہر کو اور شمالی نصف کرّہ پہ اگر اس کی شعاعیں گرمی پیدا کر رہی ہیں تو جنوبی نصف کرہ یخ بستگی کا شکار ہوگا۔ لیکن آفتاب نبوت سے انسان کو وہ روشنی پہنچتی ہے جو کہیں کم اور کہیں زیادہ نہیں خداوند عالم نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نورانی سورج بنا دیا جس کے مقدر میں اب طلوع ہے نہ غروب جو بیک وقت ساری انسانیت کو روشنی پہنچانے کی صلاحیت سے نوازے گئے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

عالمین سے مراد بجز اللہ کے ساری مخلوق ہے تو اب بتائیے کر اس کارگہِ حیات میں ایسا کوئی دوسرا ہے؟ خدا نے ہماری طرف ایسا رسولِ عظیم بھیجا وہ ایک بھیجا کر کائنات کو پھر ایسی ضرورت سے مستغنی فرمادیا۔ اب یہاں نہ کسی ظلی نبی کی ضرورت باقی رہی نہ بروزی نبی کی!! نہ کسی عارضی کی نہ مستقل کی۔ اللہ کریم نے سورج تو وہ روشن اور منور کر دیا جس کی روشنی چار دانگِ عالم میں، ہر ملک میں ہر آنے والے زمانے کے لئے وافر مقدار میں فراہم فرمادی اب ملائکہ کا رسول بھی وہی۔ عرشیوں اور فرشیوں کا رسول بھی وہی اور ساری کائنات کے لئے مکمل رحمتِ باری بھی وہی۔ رہی مخلوق کی بات تو مخلوق تو صرف اکتساب فیض ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتی ہے۔ حضورؐ کے درجات کی حدود کیا ہیں؟ یہ مخلوق کے بس کی بات نہیں! غالب نے کیا خوب کہا تھا

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

آپؐ کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے۔ انسانی عقل تو ابھی تک زمین کے اس عارضی سورج کا

احاطہ بھی نہیں کر سکی کہ اس کا محیط، حجم، قطر وغیرہ کتنے ہیں اور اس کی عمر کیا ہو گی؟ انسانی عقل اس "مہر منیر" کو کیا جانے جس کی گرد پا کو بھی یہ سورج نہیں پہنچ پاتے مرزا مظہر جانِ جاناں نے خوب فرمایا تھا۔

خدا در انتظار حمدِ ما نیست
محمدؐ چشم بر راہ ثنا نیست

خدائے پاک ہماری تعریف کا منتظر نہیں بیٹھا ہوا کہ ہم تعریف کریں گے تو ہو گی ورنہ نہیں۔ نہ ہی حضورؐ کو یہ احتیاج ہے کہ ہم آپ کی تعریف کریں کیونکہ ؎

خدا مدح آفرینِ مصطفٰےؐ بس
محمدؐ حامد حمد خدا بس

ساری کائنات ابد الآباد سجدے کرتی رہے اور ایک سجدہ جناب محمد رسول اللہؐ کر دیں گے تو یہ سارے سجدے اُس ایک سجدے پر قربان۔

عبادت صرف وجود کے اُٹھنے بیٹھنے سے نہیں ہوتی۔ عبادت ان دلی کیفیات سے ہوتی ہے جو سر کو جھکنے پہ مجبور کر دیتی ہیں۔ یہ کیفیات یہ نور یہ روشنی تو حضور کے در سے تقسیم ہوئی ہے، نبیوں میں اور ولیوں میں۔ اس کیف سے جب آپ کا قلب اطہر جھکتا ہو گا تو ساری کائنات جھوم جھوم نہ جاتی ہو گی!

پس اگر اس سلسلہ میں دعا کرنی ہو تو بزرگ فرماتے ہیں یہ ایک ہی شعر کافی ہے ہمیشہ یہی مانگتے رہو ؎

محمدؐ از تو مے خواہم خدا را
خدایا! از تو عشقِ مصطفٰےؐ را

یہ سورج اور چاند ساری زمین کے گرد گردش میں ہیں، ساری زمین ان سے روشنی اور توانائی حاصل کرتی ہے لیکن اس رحمۃ للعالمین ملاحظہ ہو۔ جب تک وہ ذات رسالت اس عالم آب و گل میں جلوہ افروز رہی جزیرہ نمائے عرب سے باہر قدم نہیں رکھا۔ عرب ہی میں پیدا ہوئے وہاں ہی پروان چڑھے وہیں اعلان نبوت ہوا ہجرت بھی کی اور آخر وصال بھی ملک عرب ہی میں ہوا! موت کے بعد ہر شخص

سے پوچھا جاتا ہے ! سوال و جواب ہوتا ہے مَن رَّبُّکَ وَمَن نَبِیُّکَ ؟ خواہ وہ شخص چین سے تعلق رکھتا ہو یا ناروے کا رہنے والا ہو، آسٹریلیا کا باشندہ رہا ہو یا امریکہ میں اس نے وفات پائی ہو موت کے بعد ہر ایک کے پاس فرشتے آئیں گے ! تو کہا جا سکتا ہے کہ مرنے والا یہ سوال اٹھائے کہ یا اللہ تیرے نبیؐ نے تو جزیرۂ عرب سے باہر قدم رکھا ہی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ عرب سے باہر جس نامۂ و پیام کا ہم سنتے ہیں وہ صرف سلاطینِ عجم کے نام حضورؐ کے چند خطوط کا تذکرہ ہے۔ اب ایک خط اگر صدر پاکستان کے نام آیا بھی تو مجھے اور آپ کو اس کی کیا خبر؟ سب عوام اُس کے مکلف کیسے ؟ بادشاہوں کی باتیں بادشاہ جانیں ؟ حضور حبیب ساری کائنات کے لئے پیدا فرمادیئے گئے تو اللہ العالمین انہیں ہر ملک اور ہر قوم میں بھیر لیتے ہر قوم اُنہیں دیکھتی اور سنتی ! جب اقرار و انکار اور سزا و جزا کا معاملہ

مناسب بھی ہوتا !! اللہ پاک فرماتے ہیں میں نے رسول اللہؐ کو صرف ایک پیغام پہنچا دینے کے لئے ہی مبعوث نہیں فرمایا، بلکہ اسے ایک ایسی سوسائٹی ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ عطا کیا جس کے سینے اکتساب فیض کے لئے کھول دئے گئے۔ اس جماعت نے میرے نبیؐ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا، نبی نے صرف ایک پاکیزہ معاشرہ ہی ترتیب نہیں دیا بلکہ ایک ریاست قائم کی، ایک مثالی حکومت دنیا کے سامنے پیش کی۔ زندگی کے ہر شعبے میں پیغام ربانی کے مطابق عمل کر کے دکھا دیا۔

حضرات ! کسی ایک ولی کا مزار اگر یہاں ہمارے علاقہ میں ہو تو ہمیں اس پر فخر ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی باعثِ برکت ہے لیکن اگر سارے دنیا کے انسان ولی بن جائیں تو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے خاکِ پا کو نہیں پہنچ سکتے اور صحابی وہ شخص ہوا جو آپ کی زندگی میں آپ کے صحبت سے آپ کی ارادت و اطاعت

سے بہرہ ور ہوگیا خواہ وہ تاجر رہا ہو
یا قاضیٔ عدالت، عورت ہو یا مرد!
اللہ پاک نے کس شان سے فرمایا
محمد رسول اللہ والذین معہ... الخ وہ کیا
ہی لوگ تھے جن پر خدا ناز کرے!
وہ کیسی پاکباز ہستیاں تھیں جنہیں
ترجمانِ نبوت بنایا گیا۔ حضورؐ تو اس
دارِ فانی سے تشریف لے گئے لیکن
نبوت کا بارِ امانت اسی جماعت کے
کندھوں پر رکھا گیا۔ جس کی تعمیر
سیرت پر نبی کریمؐ نے تئیس برس لگائے
اس مختصر سی جماعت کے کام
کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ جس نے
قلیل عرصہ میں پیغامِ نبوت کو مغرب
ومشرق تک پہنچا دیا۔ یہ ایک بگولا تھا
جو ریگ زارِ عرب سے اٹھا اور قیصر
وکسریٰ جیسے جابر وقاہر اور اپنے
دور کی سپر طاقتوں کو سرنگوں کرتا ہوا
چوّن لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت
کا پرچم لہرا گیا۔ یہ چوّن لاکھ مربع
میل اس وقت کی آباد دنیا کا تین
چوتھائی حصہ تھا۔ حقیقت یہ ہے
کہ کارِ نبوت کی تکمیل ہی جب ہوئی

جب صحابہؓ نے پیغامِ نبوت کو چار دانگ
عالم میں پھیلا دیا۔ اب معاذ اللہ کسی
کو عظمتِ صحابہ پر شک گذرے تو
صحابہ کا کچھ نہیں بگڑے گا البتہ
وہ شخص اپنے دین کی خیر منا لے
آپ تکمیلِ نبوت کا دعویٰ اخلاقاً قانوناً
اور اصولاً کر ہی نہیں سکتے جب
تک کہ آپ صحابہ کو امانت دار نہ مانیں
جن کے ذریعے دین ہم تک پہنچا۔
صحابہ تو نبی کے دست وبازو تھے ایسے
ارشادات آپ کے ملتے ہیں۔ جن میں آ
آپؐ نے فرمایا "ابوبکرؓ میرا دل ہے۔
میرا ہاتھ ہے۔ عثمانؓ میری آنکھیں ہیں
بات تو ابوبکرؓ کرتا ہے لیکن یہ بات
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی
دنیا میں بے چون وچراں اطاعت
انبیاء علیہم السلام کی کی جاتی ہے۔ صحا
کرام رسول نہیں تھے البتہ فنا فی الرسول
تھے ان کا کوئی کام ارشاداتِ رسولؐ
سے باہر نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے
"تراہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ
ورضواناً۔ تم ان کو دیکھتے ہو رکوع میں
ہیں یا سجدے میں وہ اللہ کا فضل اور

اس کی رضا تلاش کرتے ہیں۔" اس آیۂ مبارکہ سے پتہ چلا کہ اس میں سب صحابہ آ گئے ۔ صحابہ کرامؓ نمازیں پڑھتے تھے ۔ کاروبار کرتے تھے ، کھاتے پیتے سوتے جاگتے تھے شادی بیاہ بھی کرتے تھے ۔ اور جہاد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے ۔ یہاں رکوع و سجود میں ہونے سے مراد ہر کام کو اس طرح انجام دینا ہے جس طرح اللہ کے رسولؐ نے کرنے کا حکم دیا ہے ۔ ہدایتِ رسول کے مطابق سونا جاگنا اٹھنا ، بیٹھنا اور کھانا پینا بھی رکوع و سجود ہی ہے ۔ وہ اس طرح اطاعتِ رسول میں رہے کہ ان کی اپنی زبان ، اپنی پسند ختم ہوگئی ۔ حقیقی فنا فی الرسول کا قیام انہیں کو حاصل ہوا ہے جب ہی تو آپؐ نے فرمایا کہ انہیں جو بھی کرتا پاؤ وہ اپنا لو ۔ بایّہم اقتدیتم اھتدیتم ہاں بات سمجھنے میں ذہن لگ جاتا ہے آخر انسان ہیں ۔ ایک آدمی کہتا ہے پانی لے آؤ ! تو ایک گلاس میں لے آتا ہے دوسرا پیالے میں اور تیسرا جگ بھر لاتا ہے ۔ صحابہ میں سے بھی جس کا دامن تھام لو کہ "اصحابی کالنجوم" یہ وہ ستارے ہیں جو "سراجاً منیرا" سے کسبِ فیض کر چکے ہیں جس کا دامن تھام لیا وہ آپ کی دربارِ نبوت میں لے جائے گا ۔ یہ راہِ صحابہ کسی اور بارگاہ کی طرف نہیں جاتی یہ جتنے ستارے ہیں ان میں چمک اسی ایک ہی سورج کی ہے ۔ اور یہ سب روشن ستارے اسی بارگاہِ نبوت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں ۔ اللہ رب العالمین نے اس راہنمائی اور اس قیادت کی سند کس شان سے دی فرمایا:

والسّٰبقون الاوّلون من المهٰجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه ... (توبہ) اللہ تعالیٰ جو خود بنانے والا ہے ، خود توفیقِ عمل دینے والا ہے جس کا علم حضور ہی ہے ، جس کے یہاں ماضی و مستقبل نہیں سب کچھ "حال" ہی "حال" ہے جس کی بارگاہ میں ہر شے ہمہ وقت حاضر ہے وہ فرماتا ہے کہ قیامت تک جن لوگوں نے اس جماعت صحابہ کا اخلاص کے ساتھ اتباع کیا اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یعنی رضائے باری کو وہ پائے گا جو خلوصِ قلب سے

ان کے نقشِ قدم پر چلے گا۔ میرے بھائی!
خدانخواستہ کسی کو اُن میں عیب نظر آئے
تو عیب سورج میں نہیں بلکہ اس دیکھنے
والے کی آنکھ میں ہوگا۔ کسی کو ان کے
پیچھے چلنا دشوار نظر آئے تو اُسے
اپنی ٹانگوں کا علاج کرانا چاہیئے
نہ کہ راستے پر اعتراض کیا جائے۔
کسی کو آئینے میں اپنی صورت اچھی نظر
نہ آئے تو آئینہ توڑنے سے بات نہیں
بنے گی اُسے اپنے چہرے مُہرے کی
اصلاح کرنی ہوگی۔ نورِ نبوت کے ان آئینوں
کے سامنے جس شکل وصورت میں جاؤگے
وہی نظر آئے گی۔ صاف دل لے کر جاؤگے
تو وہاں نور ہی نور ہے۔ سیاہی لے
کر جاؤگے تو سیاہی ہی منعکس ہوگی۔
میرے بھائی! عظمتِ صحابہ پہ حرف
آجائے تو اسلام اور حضورؐ کی رسالت کو
ثابت کرنا محال ہوگا۔ حضورؐ کے ارشادات
سُننے والے اور ان کے مطابق اپنی
زندگیاں ڈھالنے والے صرف صحابہ کرام
ہی مثلِ صبا سارے جہان میں بکھرے
یا پھر آپ کو دیکھنے اور سُننے والے آپ
کے مخالفین تھے جو معاذ اللہ آپ کو ساحر
شاعر، کاہن اور نہ جانے کیا کیا کہتے تھے۔
اگر آپ صحابہ کی بات معاذ اللہ چھوڑ دیں
تو قرآن کا نزول ثابت ہوگا نہ رسول کی
امانت وصداقت! میں صحابہؓ کو ترجمانِ نبوت
ہی نہیں بلکہ "لسانِ نبوت" کہا کرتا ہوں ہم
نے حضورؐ کے ارشادات کو ان کی زبانی سُنا۔
اس دور کے کچھ لوگ کہتے ہیں قرآن تو
محفوظ ہے صحابہ نے اسے ٹھیک ٹھیک
پہنچایا تھا اور اللہ نے اس کی حفاظت بھی
کی۔ البتہ حدیث میں کچھ "گڑ بڑ" نظر آتی
ہے۔ ارے اللہ کے بندو! ایک ہی
شخص (صحابی) قرآن بیان کرتا ہے تو سچا
ہے اور وہی حدیث روایت کرتا ہے تو جھوٹ
بولتا ہے؟ - یہ اجتماعِ ضدین تو محال ہے
جھوٹ اور سچ ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے
پھر حدیث ہے کیا؟ یہ تو کتاب اللہ کی تشریح
ہے۔ بعثتِ رسالت کا ایک واضح مقصد
لِتُبَیِّنَ لِلنَّاس - کتاب اللہ کو لوگوں کے
سامنے پیش کرنا اور ان پر اس کا مفہوم
واضح کرنا ہے۔

خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں انا نحن
نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون
"ہم نے ہی یہ قرآن اُتارا اور ہم ہی اس کے

حافظ ہیں" ظاہر ہے کہ قرآن کو صحیح طور پر سمجھنے اور سمجھانے کی اولین ذمہ داری نبی ہی کی ہے، تبیینِ قرآن کا منصب اگر حضورؐ سے دور کر دیا جائے تو خالی عبارات لوگوں کے کس کام کی؟ صحابہ کرامؓ نے بے شمار آیاتِ قرآنی کے مفہوم حضورؐ سے ہی دریافت فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے صرف قرآنی الفاظ کی حفاظت کی ذمہ داری ہی نہیں لی۔ الفاظ و معانی کا رشتہ روح و جسم کا رشتہ ہے۔ روح نکال دی جائے تو بے جسم کی حفاظت کس کام کی؟ قرآنی الفاظ جسم کی مانند اور حدیث سنتِ نبویؐ روح ہے قرآنی الفاظ کی۔ بغیر حدیث کے قرآن عام اذہان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ جب آپ قرآن کو سمجھیں گے نہیں تو اس کے مکلف بھی نہیں ہوں گے۔ اس صورت میں تو صرف نبی کی ذات ہی قرآن کی مکلف ہو گی! لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا "اللہ کسی کو اس کی قوت سے باہر تکلیف نہیں دیتا"

میرے بھائی! اس لئے ایک حدیث کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے علوم جاری فرما دیئے۔ اسماء الرجال کا فن صرف مسلمانوں کے پاس ہے جس میں راویانِ حدیث پر ایسی جرح و بحث ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی جس نے حضورؐ سے ایک لفظ بھی روایت کیا اس کے باپ دادے اور قبیلے کا نام اس کی علمی استعداد اور کردار، یادداشت کا حال اور اس کی زندگی کا دور وغیرہ سب کچھ ریکارڈ میں لایا گیا شمعِ رسالت کے پروانوں نے تو حضورؐ کی ہر ہر حرکت کو ہر ادا کو ہر کیفیت کو نوٹ کیا اسے سینوں اور سفینوں میں محفوظ کیا اور آنے والی دنیا کے سامنے پیش فرما دیا۔ کیا کہتے ہیں وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ احادیثِ رسولؐ کو ضائع کر دیا گیا یا بھلا دیا گیا۔ افسوس یہ لوگ کس سے کس کی بات کرتے ہیں؟ یہود و نصاریٰ کے کئی بد باطن لوگ بارہا قرآن پاک کے مسخ شدہ نسخے ہزاروں کی تعداد میں مختلف ملکوں میں چھاپ کر پھیلانے کی سازش کر چکے ہیں تو کیا اس طرح قرآن کا ایک نقطہ یا ایک زیر زبر بھی بدلی جا سکی ہے؟ حدیث کے ساتھ بھی اگر کہیں ایسی سازش

کی گئی تو محدثین نے چھانٹ کر رکھ دیا کر یہ قولِ حدیث ہے! یہ نہیں؛ یہ قوی ہے یہ ضعیف ہے وغیرہ وغیرہ اس پر داد دینے کی بجائے ان منکرینِ حدیث نے یہ ستمگیری کی کہ احادیث سے اعتبار اٹھانے کی کوشش شروع کر دی۔

میرے بھائی! جو قرآن کا محافظ ہے قرآن کی تبیین (تشریح و توضیح) کا بھی وہی محافظ ہے سنت سے علیحدہ ہو کر ہر کوئی قرآن کے الفاظ کو جس طرح چاہے معانی پہنا سکتا ہے۔ اُمت میں جب بھی کسی نے قرآنی الفاظ و عبارات میں من مانے اور درآمد کردہ نظریات و خیالات ٹھونسنے کی جسارت کی تو اُمت نے اُسے "ننگا" کر کے رکھ دیا۔ بڑا ہی بدنصیب ہے وہ شخص جو کسی ایسے انسان کی بات سنتا ہے۔ اس گئے گزرے دور میں بھی خدا کے فضل سے جب دین پر دینداروں پر اور اس ریاست پر جہاں اہلِ دین بستے ہیں کوئی میلی آنکھ سے دیکھتا ہے تو اہلِ ایمان اپنے تن من دھن کی بازی لگا دیتے ہیں، کابل کا مجاہد اگر دین اور نظامِ اسلام سے دستبردار ہو جائے اور سوشلزم کو سینے سے لگا دے تو روس کو اس سے کیا دشمنی ہے؟ لیکن بے سروسامان افغان اپنی قوتِ ایمان سے ایک سُپر پاور کو پانچ سال سے روکے کھڑے ہیں، گیا گزرا مسلمان بھی دین پر حرف نہیں آنے دیتا لیکن "آپ" ہیں کہ ابو بکرؓ پہ شک کر رہے ہیں

انصاف کرو یہ کوئی فرقہ واریت کی باتیں نہیں، دیانتِ صحابہ سب مسلمانوں کا ورثہ ہے، خدا کے لئے سوچئے یہ محض جلسے کی اور ہنگامی کارروائی نہیں ہے۔ یہ معاملہ دین کا ہے، نجات اور انجام کا ہے۔ چھوڑئے اس اس بات کو کہ فلاں مولوی اور فلاں گروہ کیا کہتا ہے؟ ٹھنڈے دل سے سوچئے اور اپنے ضمیر سے پوچھئے کہ وہ کیا کہتا ہے؟ صحابہ کرام جو مشعل لے کر نکلے اور چار دانگ عالم میں روشنی پھیلا دی یہ چھوٹے چھوٹے مدارس پر پھینکنے کی چیز نہیں یہ اُسی برق کے شرارے ہیں یہ انہیں کرنوں کے ریزے ہیں کہ یہاں

ایسا مدرسہ بن جائے جہاں قال اللہ تعالیٰ اور قال الرسول کا ہی چرچا ہو۔

حضرت تھانویؒ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہوں کو اس "لذت" کا پتہ چل جائے جو ہم بے نواؤں کو ان (مدرسوں کی) ٹوٹی پھوٹی چٹائیوں اور ان حجروں میں ملتی ہے تو شاید کب کے ہم سے یہ چھین لئے جاتے"۔ یہ حجرے تو ظاہر ٹوٹے پھوٹے ہیں لیکن باطن یہاں انوارِ نبوت سے منور ہوتے ہیں اور تجلیات باری سے فروزاں! یہاں ہی ع

ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

ان حجروں میں ہی بندوں کی بات اپنے آقا سے ہوتی ہے۔ بارگاہِ نبوت تک رسائی ہوتی ہے۔ کیسی کیسی عجیب کیفیات یہاں نصیب ہوتی ہیں۔ اللہ! مجھے تو ان ننھے ننھے سینوں پر رشک آتا ہے جن میں تو نے تیس پاروں کو سمو کر رکھ دیا ہے۔ اللہ تو کتنا کریم ہے!

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ الخ

"ہم اگر اس قرآن کو پہاڑ پر بھی نازل کرتے تو اس میں بھی قوت برداشت نہ تھی، تڑپ اٹھتا" لیکن وہ کریم جب عطا کرنے پر آتا ہے تو چھوٹے چھوٹے (حفاظ کرام کے) دلوں کو قوت برداشت عطا کر دیتا ہے، ارض وسما میں تجلیات باری کو برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی لیکن مومن کا دل جس میں بظاہر ایک قطرہ خون سے زیادہ کچھ نہیں، کے اندر رب العالمین نے کس خوبی سے کلام باری کے تیس پارے سمو دیئے۔ پروردگار عالم! تو قادر ہے چاہے تو پہاڑوں کو بے قیمت بنا دے چاہے تو ایک سنگ ریزہ کو "کوہ نور" بنا دے! سبحان اللہ!

لیکن یہ نور تب نصیب ہوگا پھر جب اپنے آپ کو اس دائرے میں لے آؤ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کے دائرے میں!

حضور مرکزِ کائنات ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مَعَہٗ اس کی معیت میں ہیں، مَعَہٗ میں وہی لوگ آ سکتے ہیں جن کا ہر قول وفعل اطاعتِ خدا و رسول میں ہوگا کہ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

چراغِ مصطفویٰ

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما اخاف علیٰ ھٰذہ الامۃ کل منافق یتکلم بالحکمۃ ویعمل بالجور

ترجمہ: "مجھے اس اُمت کے متعلق اندیشہ یہ ہے کہ اس پر ایسے منافق کا وبال پڑے گا جو بات کرے گا تو بڑی حکمت کی اور عملی زندگی ہوگی بڑی ظالمانہ"

ظاہر اور باطن کا ایک رہنا

دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ہی پہلا سبق جو ملتا ہے وہ یہی ہے کہ ظاہر اور باطن کو ایک جیسا رکھو، اقرار شہادتین کے لئے دو مطالبے ہوتے ہیں زبان سے توحید و رسالت کا اقرار کرو اور دل سے اس کی تصدیق کرو۔ اور دل سے اس کی تصدیق کرو تب تم اسلام کے دائرے میں داخل ہوگے۔ اس لئے یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ پہلا سبق نہیں ملتا بلکہ اس سبق کے ساتھ اسلام میں داخلہ ملتا ہے۔ اگر صرف زبان سے اقرار کرو تو انسانوں کی نگاہ میں مسلمان شمار ہوگے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے ہاں مسلمان اس وقت شمار ہوگے جب زبان کے اقرار کے ساتھ دل کے یقین کو بھی شامل کرو گے۔ معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کی یک رنگی کی جگہ اگر دو رنگی اختیار کی جائے تو اس کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ انسان اپنا معاملہ صرف انسانوں تک محدود سمجھتا ہے۔ اور یہ دو رنگی دراصل جھوٹ ہے، دھوکہ ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنی آخری کتاب کی سورۂ منافقون میں ارشاد فرماتا ہے

"اے میرے نبی! جب یہ منافق تیرے پاس آکے کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ اس
کے رسول ہیں مگر اللہ شہادت
دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں"
منافق بات تو ٹھیک کہہ رہے تھے
پھر جھوٹے کیسے ہوئے؟ وجہ ظاہر ہے
کہ وہ زبان سے تو سچ کہہ رہے تھے۔ پھر
جھوٹے کیسے ہوئے؟ وجہ ظاہر ہے کہ وہ زبان
سے تو سچ کہہ رہے تھے مگر دل میں یقین نہیں
تھا۔ اور اللہ تو دلوں کو دیکھتا ہے لہذا اللہ
نے اعلان فرما دیا کہ یہ جھوٹے ہیں معلوم
ہوا کہ یہ ظاہر و باطن کا ایک نہ ہونا جھوٹ
بھی ہے۔ دھوکا بھی ہے اور منافق کی نشانی
بھی ہے۔ مگر ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ اب
ظاہر و باطن کا ایک نہ رکھنا ایک فن
ہے۔ اور اس کی بڑی قدر و منزلت ہے
ایسے فنکاروں کو بڑے بڑے ایوارڈ ملتے
ہیں۔ اور ان کی بڑی پذیرائی ہوتی
ہے۔ یہ ایکٹنگ اور اداکاری کیا ہے
یہی دورنگی کا چسکا اور اس کی عظمت
کا یقین۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے انتباہ کرتے ہوئے فرمایا۔

انما اخاف علی ھذہ الامۃ کل منافق
یتکلم بالحکمۃ ویعمل بالجور۔

"یعنی مجھے اس امت کے متعلق
اندیشہ یہ ہے کہ اس پر ایسے منافق کا وبال ٹوٹیگا
جو بات کرے گا تو نہایت حکمت کی اور کام کرے گا
بالکل اس کے برعکس"

یعنی یہ دورنگی ایسی منحوس صفت ہے
کہ اس کا وبال پورے معاشرے پر پڑتا ہے حیرت کی بات
بلکہ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ عادت سینما اور تھیٹر تک
محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں تقریباً ہر شخص
اس مرض میں مبتلا ہے۔ تاجر، کاشتکار، ملازم، عوام
حکام، علماء، مشائخ سب اداکاری کی مشق کر رہے
ہیں سٹیج اپنا اپنا ہے، کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں
بیان کچھ دیتے ہیں عمل کچھ کرتے ہیں۔ اظہار
کچھ کرتے ہیں حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ یعنی
مخلوق سے بھی معاملہ کھرا نہیں اور خالق سے بھی
کھرا نہیں اس کا وبال سارے معاشرے پر پڑ رہا ہے
یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے
جس دور اور جس ملک میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت کا اقرار کر کے عملاً حضورؐ کی مخالفت کی ہمیشہ
خاب و خاسر ہی رہے ترجمانِ حقیقت نے کامیابی کا راز
ہی افشا کر دیا تھا کہ ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالے ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا
کرنے کی توفیق اور سلیقہ عطا فرمائے۔ آمین

محبوب ربّ العالمین کی شان

سید علی شاہ

تو فخر کون و مکاں، زبدہ زمین و زماں :: امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
خدا ترا تو خدا کا حبیب اور محبوب :: خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار

(حضرت قاسمؒ)

خدا کے مقبول بندوں میں ایک شانِ محبوبیت ہوتی ہے، خواہ وہ انبیاءؑ کرام ہوں یا اولیاء اللہ، البتہ اولیاء اللہ میں یہ شان صدقہ ہوتی ہے پیغمبروں کے ساتھ قرب و نسبت کا اور دنیا میں یہ محبوبیت پرتو ہوتی ہے خداوند تعالےٰ کے نزدیک ان کے برگزیدہ ہونے کا جیسا کہ ایک حدیث میں ارشادِ نبویؐ ہے۔

"جب خداوند تعالےٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بناتے ہیں۔ تو ملاءِ اعلیٰ کے قلوب میں اسی بندے کی محبت القا فرما دیتے ہیں اور وہ پھر آسمانوں میں بسنے والوں کے دلوں میں الہامِ محبت کرتے ہیں اور وہاں سے پھر زمین والوں کے دماغوں میں اسی کی محبت اتار دی جاتی ہے"

ہر پیغمبر بہ نفسِ نفیس اسی محبوبیت کا حامل ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ہر محبوب کو مختلف انعامات اور منفرد خصوصیات سے نوازا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیست و نابود کردینے کی خاطر ہزاروں اور لاکھوں اسرائیلی بچے فرعونی ظلم و ستم کا شکار ہو کر بے گناہ مارے جا رہے تھے لیکن آپ کو فرعون کے شاہی محلات میں عین اس کی آنکھوں کے سامنے نہایت محبت اور شفقت کے پرورش و پرداخت کا بندوبست فرمایا۔ آخرکار بیٹیوں سے ہی دودھ کی رکھوالی کرائی گئی۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ بلاشبہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر کی یہ اتنی بڑی خصوصیت ہے جس نے ان کو سارے پیغمبروں سے منفرد و ممتاز کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ظاہر ہے یہ حضرت داؤد کی زبردست خصوصیت اور عظیم الشان محبوبیت ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوائیں اور جنات مسخّر کر دیئے۔ بلاشبہ یہ حضرت سلیمانؑ کی زبردست مقبولیت اور محبوبیت کی علامت ہے۔ حضرت آدمؑ کے لئے قرآن حکیم میں صراحتًہ موجود ہے کہ ان کی تخلیق ہم نے اپنے ہاتھوں سے کی۔ یہ بات ان کی خصوصی عظمت و محبوبیت کی بیّن دلیل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو امتحانات اور آزمائشوں میں کامیابی پہ اپنا خلیل اور لوگوں کے لئے منصب امامت پہ فائز فرمایا۔ آگ کو اُن کے لئے گُل و گلزار بنایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بے مثال حسن سے نوازا اور اندھے کنوئیں کی پستیوں سے نکال کر فرعون مصر کے تخت کی بلندیوں پہ پہنچایا۔ اسی طرح حضرت اسحٰقؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یعقوبؑ اور دیگر انبیاء کرامؑ کو بھی مختلف النوع خصوصیات سے نوازا اور عالمِ بشریت کی راہنمائی عطا کی۔ غرضیکہ ہر پیغمبر کو کسی نہ کسی منفرد خصوصیت سے نوازا۔

آقائے نامدار، سرکارِ دوعالم فخرِ بنی آدم امام الانبیاء، رسول الثقلین، محبوبِ ربّ العالمین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے تو قرآن بھرا پڑا ہے۔ جیسا کہ مولانا جامی نے فرمایا ع ہمہ قرآن درشانِ محمدؐ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تو وہ صفات ہیں جو باقی انبیاء کرام میں بھی پائی جاتی ہیں۔ بقولِ شاعر ؎

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن کچھ اوصاف حمیدہ اور محاسنِ عظمٰے وہ ہیں جو صرف آپکی خصوصیات ہیں۔ ان کی فہرست تو بہت طویل ہے مگر ان میں سے کچھ درجِ ذیل ہیں۔

۱۔ آپ ہی اشرف الانبیاء اور آپ ہی افضل البشر ہیں۔
۲۔ آپ ہی خاتم النبیینؐ ہیں۔
۳۔ آپ ہی تمام انسانوں کے لئے (کافۃ الناس) رسول ہیں۔
۴۔ آپ ہی رحمۃ للعالمین ہیں۔
۵۔ آپ ہی پر دین کی تکمیل ہوئی۔
۶۔ آپ ہی آخری نبی ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے۔
۷۔ آپ کی کتاب (قرآنِ حکیم) آخری آسمانی ہدایت ہے جو محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے
۸۔ معراج پر صرف آپ کو بلایا گیا۔
۹۔ آپ پر درود وسلام کو عبادت قرار دیا گیا۔
۱۰۔ آپ ہی کو شافعِ محشر قرار دیا گیا اور شفیع المذنبین کہا گیا۔
۱۱۔ آپ کو کوثر عطا کیا گیا۔
۱۲۔ ان خصوصیات کے علاوہ بارگاہِ رب العزت سے ایک عزت اور شرف آپ کو یہ بھی عطا فرمایا کہ قرآنِ پاک میں ہر پیغمبر کو اس کے نامِ نامی کے ساتھ خطاب کیا گیا۔

مثلاً یا آدمؑ۔ یا ابراہیمؑ۔ یا موسیٰؑ۔ یا عیسیٰؑ وغیرہ لیکن صرف آپؐ کو ہمیشہ پیار کے ناموں سے یاد کیا گیا۔ کہیں بھی "یا محمدؐ" کے خطاب نہیں کیا گیا۔ بلکہ یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول، اے کملی والے اور اے لحاف والے وغیرہ القابات سے یاد کیا گیا۔ حسب تصریح علماء اس سے عظمت اور محبت کا اظہار مقصود ہے۔ ہاں قرآن پاک میں چار جگہ آپ کا نامِ نامی ضرور آیا ہے۔ مگر خطاب کے طور پر نہیں محبوبیت کے ان آثار و شواہد کے بعد اب ذرا یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ملاحظہ ہو:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ط

"آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔"

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایسی شانِ محبوبیت کی خبر دی گئی ہے کہ جس سے بڑی شانِ محبوبیت دوسری نہ ہوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے یہ وہ شان ہے جس کی بنا پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بجا طور پر "رحمۃ اللعالمین" بھی فرمایا گیا اور "محبوبِ رب اللعالمین" بھی باور کیا گیا۔ اگر کسی جگہ یوں فرما دیا جاتا ہے کہ اے پیغمبر آپ ہمارے محبوب ہیں۔ تو اس میں وہ بات اور خوبی نہیں ہوسکتی تھی جو اس آیت میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ تو محبوبِ خدا ہیں ہی، ہم تو آپ کے صدقہ میں آپ کے ہر غلام اور پیروکار کو بھی اپنا محبوب بنا لیتے ہیں کہلا دیجئے تو آپ کی شانِ محبوبیت کہ آپ کے طفیل سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ اربوں کھربوں اور وہ بھی قیامت تک آنے والے اطاعت شعار اُمتی محبوب خدا بن گئے، کتنی بڑی شان ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا کے نزدیک۔

جب اطاعت کے ساتھ محبت کی شیرینی شامل ہوجائے تو اس طرزِ عمل کا نام ہے "اتباع" اور اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اس اتباع کا قرآن مجید میں جو مقام ہے وہ مندرجہ بالا آیت سے خوب ظاہر ہے اس آیۂ کریمہ سے اتباعِ رسول کی یہ اہمیت سامنے آتی ہے کہ اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم ولابد ہے۔ اسی اتباع کا اتباع کا ایک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ اللہ ہم سے محبت فرمائے گا اور دوسرا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم اس کی مغفرت وعفو کے مستحق قرار پائیں گے اور اس سے بڑھ کر ایک بندۂ مومن کی خوش بختی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اللہ کا محبوب اور اس کی مغفرت کا سزاوار بن جائے اس میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ بات اپنی جگہ پہ صدفی صد درست اور صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ میں تمام انبیاء ورسل کے اوصاف اور محاسن جمع ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ذہن میں ہمیشہ یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیئے جو آنحضورؐ نے فرمائی کہ تمام نبیوں اور رسولوں نے جتنی تکلیفیں برداشت کیں میں نے تنہا وہ سب کی سب برداشت کی ہیں،" کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں: یہ جہاں چیز ہے کیا ہے لوح وقلم تیرے ہیں۔

انقلابِ ایران

اس موضوع پر مولانا محمد منظور نعمانی مدیر ماہنامہ الفرقان لکھنو کا ایک عالمانہ تبصرہ ماہنامہ بینات کراچی کے حوالے سے المرشد میں چھپ چکا ہے۔ مولانا کا یہ تبصرہ علمی استدلال اور واقعات کی علمی توجیہہ سے تعلق رکھتا ہے آج کی صحبت میں اسی موضوع پر ملک کے ایک نامور خطیب ایک جادو بیان ادیب اور ایک عظیم صحافی جناب اختر کاشمیری کے سفر ایران کے تاثرات ان کی ایک تازہ تصنیف "آتشکدہ ایران" سے پیش کئے جاتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ مولانا نعمانی کا تبصرہ شنید تھی اور یہ دید ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ؎ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد یہ غلط فہمی یقیناً دور ہو جائے گی جو بوجوہ بڑے اہتمام سے پھیلائی جا رہی ہے کہ انقلاب ایران، اسلامی انقلاب ہے۔ (مدیر)

"آتشکدۂ ایران" کا تعارف جناب کوثر نیازی نے "دریچہ" کے عنوان کے تحت کرایا۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:۔

۱۔ "یہ انقلاب دنیا کو کوئی روحانی پیغام تو دے نہیں سکا اور جو سیاسی نقشہ اس نے پیش کیا ہے وہ اتنا ناقص ہے کہ بہترین سیاسی نظام رکھنے والی سیاسی قومیں اس کی تقلید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کریں گی۔" (آتشکدہ ایران صلا)

۲۔ جناب اختر کاشمیری لکھتے ہیں:۔

بھارت کے ایک مشہور بریلوی عالم علامہ راشد القادری ہیں۔ کانفرنس میں وہ بھی شریک تھے میں نے میزبانوں کے انقلابی پروگرام کے بارے میں ان کی رائے معلوم کی تو کہنے لگے کہ ہمارا خیال تھا کہ آلِ نجد روضۂ رسول ؐ کو منہدم کر دے گی لیکن اب سوچتا ہوں

کہ آلِ عجم" وہاں تک۔ جا پہنچی تو کعبے کا بھی خدا حافظ!
مولانا اوران کے رفتار کی پہلی بات سے ہمیں ہمیشہ اختلاف رہا ہے لیکن حالات کا کارسارا جس سمت بہہ رہا ہے اسے دیکھ کر اس دوسرے لطیفے پر حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ (ایضاً صـ۳۱)

۳۔ آیت اللہ شیرازی کی قیام گاہ پر ایک تقریب میں پہلے آیت اللہ شیرازی کے نوجوان فرزند دلبند نے خطاب کیا بعد ازاں آیت اللہ شیرازی نے اظہار خیال فرمایا۔
" آیت اللہ شیرازی کی تقریر کے دوران مولانا نثار احمد نے ہال کی دیوار پہ لگے ہوئے ایک نمائشی قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کر اسے پڑھیے! میں نے پوچھا کیا کوئی خاص بات ہے؟
کہنے لگے نیچے سے اوپر ساتویں سطر پڑھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے جو اس سطر کو تلاش کر کے پڑھا تو "اتحاد اسلامی" کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ یہ ایک یہ ایک دعائیہ عبارت تھی جس میں حضرت ابوسفیانؓ۔ حضرت معاویہؓ اور دوسرے اصحاب کبار پر لعنت کا ورد کیا گیا ہے۔ اب جو میں نے غور کیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ اوپر سے ٹھیک ساتویں سطر میں یہی بد دعا خلیفہ اول اور دوم کے بارے میں بھی موجود تھی۔ . . . . .
ہمیں یہ جان کر سخت رنج ہوا کہ آیت اللہ خمینی کے ایک دست راست نے چالیس ملکوں کے علماء کے سامنے اس قالین کی نمائش کیوں کی۔ اگرچہ یہ باتیں ان کے عقیدے میں داخل تو ہوتی رہیں لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک طرف خمینی کو امام امت قرار دیا جائے اور دوسری ان کی حکومت کے زیر اہتمام پوری اُمت کی دلآزاری میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی جائے کیا یہ بات بھی امام اُمت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اکابرین اُمت کی توہین کریں۔ کہ

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کم از کم یہ تو کوئی بات نہ تھی کہ جس روز چالیس مسلم ممالک کے علماء کو مدعو کیا گیا اس روز

اس قالین کو ہٹا دیا جاتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس دلآزار قالین کی نمائش بھی پروگرام کا ایک حصہ تھی۔ گویا ایران نے قابلِ احترام علماء اس بات پر اتحاد چاہتے ہیں کہ اگر مل کر اپنے پیغمبر کے رفقاء کے خلاف تبرّا بازی شروع کر دے ----- (صفحہ ۳۵-۳۶)

۴۔ ایران کا موجودہ انقلابی گروہ اپنے حجم کے اعتبار سے اگرچہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر طاقت کے استعمال اور اپنے برپا کردہ انقلاب کے نتائج وثمرات کے لحاظ سے یہ قافلہ روس، فرانس اور چین کے تین تاریخی اور انقلابی گروہوں سے زیادہ مؤثر متحرک فعال اور سخت گیر ہے۔ اُن تاریخی قافلوں کے عمل کو تاریخ نے سخت گیری کا نام دیا ہے مگر ایران کے قافلہ انقلاب کے کردار و عمل کو" دست گیری" کا نام دیتے ہیں۔ (ص۵۴)

۵۔ وائس آف امریکہ کی تازہ اطلاع (نوائے وقت ۱۸/۱۲) کے مطابق انسانی حقوق کے کمیشن نے ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ ایران میں گذشتہ تین سال کے دوران بیس ہزار افراد کو سیاسی وجود کی بنا پر موت کے گھاٹ اتارا گیا ان میں سے بعض کی عمر ۲۰ برس سے زیادہ نہیں تھی . . .

انسانی حقوق کے کمیشن نے ان ۲۰ ہزار افراد کی تعداد بتائی ہے جو گذشتہ تین برسوں میں موت سے ہمکنار ہوئے جب کہ انقلاب کے ابتدائی دو برسوں میں سزائے موت پانے والوں کی تعداد اُس سے زیادہ ہے۔ اگر عالمی اداروں کی تمام رپورٹوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو مرنے والوں کی جو تعداد سامنے آئے گی اسے دیکھ کر انسان کے دل پر ہول طاری ہو جائے گی۔ (ص۶۶-۶۷)

۶۔ ایران کے شہر ہوں یا بازار، قریے ہوں یا قصبے، گلیاں ہوں یا محلے، سڑکیں ہوں یا چوراہے، سرکاری عمارتیں ہوں یا تجارتی مراکز۔ تھانے ہوں یا جیل خانے فوجی بیرک ہوں یا رفیوجی کیمپ، آزاد شہریوں کی اقامت گاہیں ہوں یا جنگی قیدیوں کی تربیت گاہیں، ہوٹل ہوں یا دکانیں، مدارس ہوں یا مساجد، گرجے ہوں خانقاہیں، مردوں کی چھاتیاں ہوں یا خواتین کے سینے، پاسداروں کی وردیاں

ہوں یا پاسبانوں کی ٹوپیاں، حزب اللہ کے بیجے ہوں یا حزب اسلامی کے عمامے کرنسی نوٹ ہوں یا دھات کے سکے، ڈاک کے لفافے ہوں یا ٹکٹ، ریڈیو ہو یا ٹیلی ویژن، اخبارات و جرائد ہوں یا درسی کتب، تہران کا ایئر پورٹ ہو یا قم کا حوزۂ علمیہ، میدانِ آزادی ہو یا محاذِ جنگ..... ، مجلس ملی کا دروازہ ہو یا محراب مسجد، زندہ افراد کی بستیاں ہوں یا مردہ انسانوں کی آرام گاہیں۔ ہر گام اور ہر مقام پہ امام خمینی کی تصویر موجود ہے۔ (ص[81])

۷۔ بُت پرستی اسلامی عقائد کی رو سے حرام ہے۔ مگر ایران میں "انقلاب اسلامی" کے بعد شخصیت پرستی کا جو طوفان جنون آیا ہے تاریخ انسانی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ایسا لگتا ہے خدا، بندوں کے درمیان آگیا ہے اور بندے اس کی آمد کا جشن منا رہے ہیں۔ امام کی ذات بُت کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور پوری قوم اس بُت کی پوجا میں مصروف ہے۔

جہاں معیار ایمان تصویر کی پرستش ہو وہاں معیارِ کفر خدا کی پرستش کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے (ص[82])

۸۔ امام خمینی نے اپنے موجودہ منصب پر فائز ہونے کے بعد بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو جو مبینہ نامۂ محبت تحریر کیا اس میں یہ ارشاد رشد و ہدایت بھی موجود ہے کہ "ہندوستان کی زمین پر مہاتما گاندھی حضرت علیؓ کی تعلیمات کے ترجمان تھے (ہائے کس رنگ میں اچھوں کو بُرا کہتے ہیں) اس لئے ہندوستان اور ایران کے درمیان محبت کا لازوال اور ناقابل شکست رشتہ موجود ہے[84]

۹۔ قرآن میں تو ہم نے امام خمینی کی تصویر دلپذیر نہیں دیکھی کیونکہ قرآن پڑھتے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ البتہ نماز کے وقت اکثر و بیشتر امام کی تصویر سامنے ہی نظر آئی ایرانی نماز میں یہ آسانی ہے کہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھ لیا اس طرح چوبیس گھنٹوں کے دوران زیادہ سے زیادہ تین بار جماعت کی نوبت آتی ہے "زیادہ سے زیادہ" کا لفظ ہم نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ نماز فجر کی

جماعت کا اہتمام کم ہوتا ہے۔ ایران میں اپنے بیس روزہ قیام دوران نماز فجر کی جماعت دیکھنے کی ہم ایک بار بھی سعادت حاصل نہیں کر سکے۔ جمع بین الصلوتین اگرچہ جائز ہے۔ مسافر حالت سفر میں، اور مقیم حالت مجبوری میں، ایسا کر سکتا ہے لیکن کسی جائز امر سے جائز حد تک ہی فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اسے فرض کا درجہ دے کر اختیار کرنا خطرناک بدعت ہے۔ عالم اسلام مسلمانوں کا کوئی فرقہ یہ عمل نہیں کرتا۔ یہ صرف شیعیت کا کرشمہ ہے) (صفحہ ۸۶)

۱۰۔ انقلاب ایران کیا ہے کیسا ہے۔ ایران میں ہم سے بارہا یہ سوال ہوا اور ہم نے بارہا جواب دیا۔ پھر سوال داغ دیا۔ ہماری غرض یہ تھی کہ ہم اس کے سوال سے بچ جائیں۔ یہ توقع توحسب توقع پوری ہوگئی مگر اس کا جواب سننا پڑا وہ یہ تھا۔

انقلاب ایران شیعہ ہے نہ سنی یہ صہوانی انقلاب ہے۔

انقلاب ایران کا کوئی کیسا ہی اور کتنا ہی مخالف کیوں نہ ہو یہ جواب دینا اور سننا دونوں کام مشکل ہیں۔ ہم نے اس بزرگ کو نظر غضب سے دیکھا۔ مگر ہماری نظر جھک گئی۔ ہمارا مخاطب کوہ آتش بن چکا تھا۔ وہ بھڑک کر بولا تم لوگ اندھے ہو یا پاگل ہو یا بے شعور ہو کراتنی

بات تو تم ہی جانتے ہو کہ یہ انقلاب سنی نہیں!

ہم نے دلچسپی لیتے ہوئے عرض کیا جی ہاں جانتے ہیں۔

ارشاد ہوا۔

پھر شیعہ نقطہ نظر سے بھی دیکھ لو۔ شاہ کے خلاف تحریک میں مرنے والے شیعہ انقلاب کے بعد مختلف الزامات میں مارے جانے والے شیعہ، پاسداروں کے ہاتھوں قتل ہونے والے شیعہ، مجاہدین خلق سے تعلق کے باعث موت سے ہم آغوش ہونے والے شیعہ بنی صدر کی حمایت کے جرم میں گولی کھانے والے محاذ جنگ پہ شہید ہونے والے شیعہ۔ ایرانی فوج شیعہ، عراقی فوج شیعہ، ملک کے اندر

ملک سے باہر تمام مرنے والے شیعہ یہ کیسا اسلامی انقلاب ہے جو شیعہ قوم کی نسل کو مٹانے پر تلا ہوا ہے۔ آیت اللہ شریعت مدار سامنے ہوتے تو شیعہ قوم کو بچا لیتے۔ لیکن وہ تو خود جرم حق گوئی سزا پا رہے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا وہ کہاں ہیں کیسے ہیں
میں نے اس بزرگ سے گذارش کی کہ آپ کی تقریر سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ انقلاب ایران، انقلاب شیعہ یا انقلاب سُنی نہیں۔ یہ دعویٰ تو اہلِ انقلاب نے کبھی نہیں کیا ان کا دعویٰ ہے کہ انقلابِ ایران، انقلاب اسلامی ہے۔ آپ اس دعویٰ کی کس طرح تکذیب کرتے ہیں اور آپ کو خدا نے یہ اختیار کب دیا ہے کہ آپ مسلمانوں کے انقلاب کو صہیونی (یہودی) انقلاب کا نام دیں۔
میری بات کاٹ کر بولے۔ تم بڑے چغد آدمی ہو۔

- وہ ایران کے قائد انقلاب کے کام کو تمام انبیاء کے کام پر ترجیح دینا۔
- خدا کے نام کے بعد صرف ان کا نام لینے کی تعلیم دینا۔
- اقوالِ رسول اور اقوالِ امیر علیہ السلام کی جگہ قائد انقلاب کے اقوال لکھنا پڑھنا بولنا، سُننا اور سنانا۔
- کلمۂ اسلام کے دوسرے جزو کو مٹا کر پیغمبر اسلام کے نام نامی اور اسمِ گرامی کی جگہ قائد انقلاب کا نام لینا اور اس طرح ایک نیا کلمہ وضع کرنا۔
- اپنے سوا ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر سمجھنا۔
- عالمِ اسلام کے موجودہ نقشے کو بدلنے کے لئے جدّو جہد کرنا۔
- کعبۃ اللہ پہ قبضہ کرنے کے لئے لوگوں کو تیار کرنا اور اس عمل کو جہاد کا نام دینا۔
- تمام مسلم سربراہانِ حکومت کو کافر قرار دے کر ان کا تختہ الٹنے اور ان کی حکومتوں کو ختم کرنے کے لئے قوم کو آمادہ کرنا۔
- مسجدوں میں کیمرے نصب کرنا۔ تصویریں اتارنا اور اُتروانا
- مسجدوں میں جوتوں سمیت جانا اور محرابِ مسجد میں تصویریں بنانا اور چسپاں کرنا۔
- مسجدوں میں بیٹھ کر سگریٹ نوشی کرنا۔

- شہیدوں کے قبرستان "بہشت زہرا" کو تصویروں سے ڈھانپ کر سٹوڈیو میں تبدیل کرنا
- ہوٹلوں میں مردوں کے کمرے صاف کرنے اور بستر بچھانے پر عورتوں کو مامور کرنا
- اپنے مخالفوں کو کافر کہہ کر ان کی قبریں اکھاڑنا اور لاشوں کو غیر مسلموں کے قبرستان میں ڈالنا۔
- اختلاف رائے کا اظہار کرنے والوں کو مقدمہ چلائے بغیر گولی مار دینا۔
- نماز میں امام کا مقتدیوں سے الگ ہو کر مسلح افراد کی نگرانی میں قیام کرنا۔
- امام کی حفاظت کرنے والوں کے اس عمل کو نماز کا بدل قرار دیکر ان کو خدا کے فرض سے سبکدوش کرنا۔
- امام کے ایسے شخص کی آواز پر رکوع وسجود کرنا جو نماز میں شریک نہیں ہوتا۔
- شہریوں کا رزق درباری مولویوں کے ہاتھ میں دے دینا۔
- اشیائے ضرورت کی راشن بندی کر کے عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو بازاروں میں لانا اور قطاروں میں کھڑا کرنا۔
- زنا جیسی قبیح بدکاری کو مذہبی تحفظ دینا۔
- ولدیت کی جگہ اسمِ مادر کو لازم قرار دینا۔
- کم سن اور معصوم بچوں کو قتل کرنا۔
- جھوٹے الزامات اور تہمتیں تراش کر انسانوں کو زندگی سے محروم کرنا۔
- نمازیوں کی جماعت پر صرف اس لئے گولی چلانا کہ وہ سرکاری مولوی کی اقتداء میں کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔
- آیت شریعتمدار جیسے امام برحق کو منافق کہہ کر نظر بند کرنا۔
- قائد انقلاب کی تصویر کی پوجا کرنا۔
- ان کے سامنے ان کے نام کا کلمہ پڑھنا۔

اگر یہ اسلام ہے تو تم بتاؤ ضد اسلام کیا ہے؟ - یہ اسلامی انقلاب ہے تو صیہونی انقلاب کیا ہوتا ہے (صد ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ایرانی انقلاب کا اصل روپ دیکھیئے اور گنگنایئے ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا ذہن کرشمہ ساز کرے

۱۱- قرار دادوں پر بحث کرنے کے لئے کمیٹیاں بنائی گئیں ۔

ہماری کمیٹی کے سامنے نکتہ بحث تھا " اتحاد امت " اور اس کے صدر تھے آیت اللہ طاہری . . . .

صدر نے فرمایا اس وقت ہم نے اس سوال کا جواب تلاش کرنا ہے کہ امت کے ان دو طبقات کے اختلاف کو ختم کر کے اتحاد کامل کے لئے کس طرح تیار کیا جا سکتا ہے اس کے ساتھ ہی جناب صدر نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سوال کا جواب دوں ۔ مجھ سے پہلے بہت کچھ کہا اور سنا جا چکا تھا مجھے اپنی مختصر تمنا کے لئے کسی تمہید طولانی کی ضرورت نہیں تھی لیکن " اتحاد امت " کے طے شدہ موضوع میں " خاتمہ اختلاف " کا ضمنی سوال مرکزی سوال کے طور پر پیش کیا گیا تو نئے سوال پر کہنے کو نئی بات مل گئی میری معروضات کا خلاصہ یہ تھا :-

" صدر محترم نے فرمایا ہے کہ اختلافِ اُمت کیسے ختم کیا جائے ؟ اگر اُمت سے مراد شیعہ اور سُنی ہیں اور اختلاف سے مراد ان کا نظریاتی تصادم ہے تو میرے نزدیک سوال کی صحت ہی محل نظر ہے ۔ اس قدر انوکھا سوال ہم سے آج تک کسی نے نہیں کیا اگر کیا ہے تو کم از کم میں نے نہیں سُنا ۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ اختلاف کا خواہشمند عدم اختلاف کے حامل سے پوچھتا ہے کہ اختلاف کیسے ختم ہو ۔ جتنی زحمت سوال کے الفاظ ادا کرنے میں ہوتی ہے اتنی زحمت اختلاف ختم کرتے میں ہرگز نہیں ہوتی ۔ یہ پوچھنے کی بات نہیں کرنے کا کام ہے جس روز یا جس لمحے آپ یہ حکم کریں گے اختلافات خود بخود ختم ہو جائیں گے ۔ تاہم آپ کے سوال پر سوال ہے اور یہ سوال ہے ۔ کہ کس کو کس سے اختلاف ہے ؟ اختلاف کا سوال اٹھانے والے کو یا مخاطب کو ؟

میں صدر محترم سے معذرت کے ساتھ یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ آپ سائل (سوال کرنے والے) ہیں ہم مجیب (جواب دینے والے) اختلاف کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ سائل

کو اختلاف ہے مجیب کو کوئی اختلاف نہیں۔ آپ کو ہم سے جو اختلاف ہے اس کا
ایک طویل تاریخی منظر ہے آپ چاہیں تو صدیوں کے اس اختلاف کو لمحوں میں ختم کر
ہم صرف ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کو ہی نہیں مانتے ہم عباسؓ علیؓ الحسینؓ کو بھی مانتے ہیں
ماننے والے ہیں ہمیں آپ سے کیا اختلاف ہے۔ صرف یہی کہ آپ بھی سب کو ماننا شرو
اختلاف ختم ہو جائے گا۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ویسے میرا خیال ہے اصل بات اختلاف کے خا
مخالفت کے خاتمے کی ہے، آپ ہمارے بڑوں سے اختلاف کرتے ہیں اور ہم آپ کے
اختلاف سے اختلاف کرتے ہیں۔ آپ کے اختلاف کا باعث مخالفت ہے۔ ہمارے اخ
کا سبب محض اختلاف ہے۔ (صفحہ ۱۰۷-۱۰۸)

۱۱۔ بہت سے محترم علماء نے سوال کیا ہے کہ جب کسی مقرر کی تقریر کے دوران امام خمینی کا نام آتا ہے
درود پڑھا جاتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آنے پر یہاں ایک بار بھی درو
پڑھا گیا۔ کیا امام خمینی جناب رسالتمآبؐ کے مقام پہ فائز ہیں اور پیغمبر کائنا
مقام رفیع پہ فائز نہیں رہے۔ (صفحہ ۱۱۲)

۱۳۔ امام خمینی اور ان کے رفقاء عرب دشمنی میں بہت آگے جا چکے ہیں۔ ا
سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کعبے کو فتح کرکے وہاں سے امام خمی
"امام مہدی" ہونے کا اعلان کر دیا جائے اور پھر عالم اسلام کے
کروڑ مسلمان امام خمینی کے ہاتھ پر از سرِ نو اسلام قبول کریں۔ اس
قبل وہ کسی کو مسلمان سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ (صفحہ ۱۱۸)

۱۴۔ ایران کے ارباب لبست وکشاد سے توقع تھی کہ وہ "تحریک اسلامی" کے
حوالے سے عالم اسلام کو متحد کرنے کے لئے جدوجہد کریں گے
یہ توقع پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کسی ایک ملک سے ان کی مخالف
سمجھ میں آتی ہے۔ عالم اسلام سے مخالفت سمجھ سے بالا ہے۔ فرا
بصیرت اور حکمت کا تقاضا تھا کہ انقلاب کے بعد مسلم دنیا سے
رشتۂ اخوت قائم کیا جاتا۔ صورت یہ ہے کہ جو رشتہ انقلاب سے پہ

موجود تھا اسے بھی ختم کیا جا رہا ہے امام خمینی نے اپنی تقریر میں عالم اسلام کے علماء کو جس بات کی تلقین کی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ ان کے ایک اور دست راست آیت اللہ آذری قمی کا ارشاد بھی سن لیجیے۔ ہم قم میں آیت اللہ منتظری کی تقریر کے بعد حضرت آذری کی خدمت میں پہنچائے گئے تو انہوں نے فرمایا۔

ایران کے اسلامی انقلاب کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا آپ کا فرض ہے آپ ہمارے انقلاب کے لئے وقف ہو جائیں۔ ہمارے وسائل آپ کے لئے وقف ہوں گے۔ ہمیں آپ کی مشکلات کا احساس ہے اور ہم ان مشکلات کو رفع کرنے کا بندوبست کر چکے ہیں۔ ہم نے آپ کے لئے ایک صندوق رکھا ہے ہر ہفتے ایک روزہ تیل کی آمدن اس صندوق میں جاتی ہے۔ آپ کی مالی مشکلات اس فنڈ سے بخوبی پوری ہو سکتی ہیں۔

آیت اللہ آذری قمی کی یہ تقریر میں خود نہیں سن سکا واپسی پر مولانا آزاد نے یہ تقریر سنائی تو ہم پر سکتہ جاری ہو گیا۔ ایسی کھلی باتیں اور ایسی دلفریب گھاتیں (ص۱۱۹) ؎

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفویؐ
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

بقیہ سوئے مدینہ صفحہ ۴ کا

مجھے پسند ہے، اور اسلئے اے رب کعبہ! میں بھی اس طرح الوداع کئے جانے کی بار بار آرزو رکھتا ہوں لیکن کراچی کے لئے نہیں! صرف تیرے گھر کے لئے جانے پر اور تیرے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے کے لئے! کسے خبر تھی کہ ایک ہی سال بعد یہ تمنا بر آئے گی!! الحمد للہ والشکر لہٗ

سوئے مدینہ

ایک استاد کا سفرِ حج

کم ہی کوئی انسان ایسا ہوگا جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہو اور اس کے دل میں طوافِ کعبہ اور زیارتِ روضۂ اطہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کبھی پیدا نہ ہوئی ہو۔ خدا کے فضل و کرم سے میں نے بھی گو ایک دیہی اور کہستانی گنوار علاقہ میں لیکن مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اور یہ تمنا میرے بھی دل میں کبھی دبی کبھی چھپی کبھی بجھی سی رہی لیکن کسی نے کسی رنگ میں ضرور رہی بچپن ہی سے ایک عامیانہ سا شعر سنا اور پڑھا کرتے تھے اور جھوم اٹھتے تھے ؎

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں دن رات آ ما تک تیری رحمت برستی ہے

۱۹۵۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا ہی تھا کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ الحمدُللہ مدرسی کے پیشے میں محکمہ تعلیم میں برسرِ روزگار ہو گیا۔ مدرسی (ٹیچر شپ) کو اس "روزگار" ہی سمجھ کر اختیار کیا تھا ہر چند کے بعد میں یہ روزگار "مشن" کی صورت اختیار کرتا گیا۔ غریب سے گاؤں میں والدین غریب اور محنت کش طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہم بھائیوں نے کوئی خاص جائیداد ورثہ میں کم ہی پائی تھی۔ اسلئے "تمنائے مدینہ" روزگار کی راکھ تلے دب کر رہ گئی کیونکے عقل کی حد تک یہ بات واضح تھی کہ ایک استاد "جو شکم" کے مختصر سے تقاضے بھی پورے کرنے کے وسائل سے قاصر ہو۔ "تجلی مکہ اور بہار مدنیہ" تک اس کی رسائی خیال خام ہی ہے یوں اڑ کر پرندہ بن کر یا ہوا بن کر جیسا کے بچپن کے خواب تھے، زمین جہاز میں پہنچنے کا تصوّر تو ممکن تھا لیکن شادی اور ایک درجن اولادوں کے بعد مادی وسائل کے بل بوتے "دیارِ حبیبؐ" میں پہنچنا ناممکن نہ سہی "جوئے شیر" لانے سے کم بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

یہ ربِّ کریم کی عنایت ہی تھی کہ میں نے میٹرک جے۔ وی کی پوسٹ پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ طور پر ایف۔ اے۔ بی۔ اے اور پھر ڈبل ایم۔ اے کر لیا۔ بی۔ ای۔ ڈی کی

ٹریننگ پشاور یونیورسٹی میں حاصل کی اور سینئر انگلش ٹیچر کے طور پر کام کرنے لگا۔ بچت کی عادت جسے احباب اب بھی "کنجوسی" کے نام نامی سے یاد کرتے ہیں شروع سے موجود تھی۔ اس طرح ۱۹۴۹ء میں ایک وقت وہ بھی آیا کہ کوئی سولہ سو (۱۶۰۰) روپے کی "خطیر" رقم بچت کے کھاتے میں موجود ہوگئی۔ دفعتاً وہ پرانی دبی چنگاری چمک اٹھی۔ بوڑھی والدہ محترمہ سے "حج کے لئے داخل کرنے" کی اجازت مانگی لیکن انہیں بالکل اجازت کے حق میں نہ پایا کہنے لگیں، "اس بڑھاپے میں مجھ بیمار اور چھوٹے چھوٹے ان بچوں کو کہاں پھینک کر جاؤ گے؟" اہلیہ نے اجازت مرحمت فرمادی تھی لیکن وہ اکیلی کام نہ آئی۔ اور پورا سال اسی حسرت و ارمان میں گذرا۔ حج کے قافلوں کی روانگی اور واپسی کا ریڈیو اور اخبارات سے سنتا اور پڑھتا رہا اور دل ہی دل میں اپنی "نارسائی" بلکہ "رسوائی" پر سر پیٹ کر رہ جاتا رہا۔ اگلے سال والدہ محترمہ کی صحت قدرے اچھی ہوگئی اور بڑی منت سماجت سے سمجھانے کی کوشش کی تین ماہ کی مدت اماں جان! اتنی زیادہ نہیں۔ خدا خدا کر کے اجازت مل گئی اور عرشہ پر سفر کے لئے مبلغ سولہ سو روپے کچھ آنے کا "داخلہ" کر دیا گیا۔ کوئی دو ماہ بعد دن گن گن کر جب قرعہ اندازی کا دن آیا تو اپنا نام "عنقا" تھا۔ عین اس وقت بیوی صاحبہ کی نفسیات سامنے آئی جس نے ایک ہی فقرہ بول چست کیا "گئے جناب حج کو میرے بغیر ہی" اس وقت ع

مت پوچھ کے دل پر کیا گذری؟

گھٹ کر رہ گیا! شاید والدہ صاحبہ نے ہی تہہ دل سے اجازت نہ دی تھی!!

اس دن کے بعد پاکستانی کرنسی کی قیمت گرتی ہی رہی اور حج کے اخراجات بڑھتے ہی گئے اور اپنی تنخواہ میں اضافہ بھی "اندازے" کا ہی رہا۔ ساتھ ہی گھریلو ضروریات نے "ترقی کی راہ" کو اختیار کرنا شروع کر دیا اور تعمیر مکان کا معاملہ سامنے آگیا۔ اس طرح نئے مکان کی تعمیر نے بچت کی کمر توڑ دی۔ والدہ صاحبہ بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

کافی عرصہ بعد عرشہ پر جانے سے حج کے اخراجات کی رقم آٹھ ہزار تھی۔ دوسرے ہی سال بچا بچا کر اور چھپا چھپا کر آٹھ ہزار کی رقم تیار کر لی۔ لیکن جب نئی حج پالیسی سامنے آئی تو یہ رقم اب کے بارہ ہزار روپے تھی۔ اس سے اگلے سال جب اپنی "رسائی" بارہ ہزار تک ہوگئی تو وزارت مذہبی امور نے اس کم سے کم سولہ ہزار کچھ اوپر کی رقم کا اعلان کر دیا۔ پھر کیا تھا امید نے ناامیدی کی صورت اختیار کر لی کوشش بازی نے نہ جانے کس

موقع پر یہ شعر کہا تھا ؂

خیالِ ترکِ الفت ہم نشینو! آ ہی جاتا ہے
وفورِ یاس ہو تو آدمی گھبرا ہی جاتا ہے
خدا کی رحمت سے لیکن مایوسی کفر ہے
رحمت باری تعالیٰ تو بہانہ ڈھونڈتی ہے

۱۹۸۱ء کی بات ہے۔ اساتذہ کی تنخواہوں میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ سابقہ بچت کے ساتھ کچھ بقایا ملنے پر مولائے کریم نے وہ دن دکھایا کہ بینک کے ذریعے عرشہ پر سفر کے لئے درخواست بھیجدی بیوی بھی ہمسفری کی انتہائی خواہش مند تھی اور کچھ اپنی پس انداز پونجی بھی پیش کردی لیکن افسوس کے ایک تو چھوٹی بچیوں کی خبر گیری اور دوسری کچھ "بیماری" وجہ رکاوٹ ہوئی۔

اب تو ماشاءاللہ! خوشحال لوگوں کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔ اسلئے ڈیک کے ذریعے میری طرح اس تھرڈ کلاس کے امیدوار اس سال محدود تعداد میں تھے جو بغیر قرعہ اندازی کے کامیاب قرار دیئے گئے!!

الحمدُ للہِ والشکر لہٗ !!

حج کے لئے درخواست گذاری وغیرہ کو راز داری میں ہی رکھا۔ کیونکہ دیہات میں اس چرچا کے سوتے غلط سمت بہہ نکلتے ہیں اور انسانی نفس عجیب عجیب فتنوں میں پھنس جاتا ہے۔ العیاذ باللہ! لیکن آخر بینک اور ڈاک خانہ کے پیغامات اور ضلعی حج کمیٹی کی تربیت گاہ نے یہ راز طشت از بام کردیا۔ پھر کیا تھا سکول کے رفقائے کار (اساتذہ و دیگر ملازمین) نے قریب و دور کے رشتہ داروں نے باشعور "وشوخ" طلباء نے اور پھر گاؤں کی مسجد میں نمازیوں نے دو تین دن مبارک بادیوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ اکثر عزیز و اقارب اور رفقاء کو مسرت کے ساتھ ساتھ تعجب سے بھی معمور پایا۔ جس طرح ایک نالائق اور کمزور طالب علم کو امتحان میں اچانک شاندار کامیابی کی خبر سن کر بھی اپنی کامیابی پر شبہ ہوتا ہے۔ سچ پوچھئے تو یہی کیفیت میں اپنے اندر پا رہا تھا۔ پہلی خبر پر مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ ؎

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

سکول سے کوئی پچہتر (۷۵) دن کی رخصت لی۔ حکام حج نے بحری جہاز سفینۂ عرب کے جانے کی تاریخ تو لکھ بھیجی تھی لیکن واپسی کی تاریخ سے آگاہ نہیں کیا تھا اسلئے چھٹی کی مدت اندازے اور قیاس سے ہی مقرر کی جس میں

مزید سولہ دن کی توسیع کرانی پڑی محکمہ کی طرف سے این۔او۔سی سیکرٹریٹ پشاور سے حاصل کرنے پشاور جانا پڑا۔ ہمارے اس دفتری نظام کارکردگی سے خدا کی پناہ!! کسی قسم کا سرٹیفیکیٹ، نقل رسید، اجازت نامہ یا کوئی "نامہ" حاصل کرنا ہو تو جب تک اس درخواست وغیرہ کے کاغذات کا پورے حوصلے، وقت اور دفاع سوزی کے ساتھ پیچھا نہ کیا جائے یہ کاغذات ایک میز سے دوسری میز پر اور ایک ٹرے سے دوسری ٹرے تک نہیں پہنچتے تو نہیں پہنچتے فرض شناسی اور دیانتداری سے جو کاغذات دو دن میں تیار ہو سکتے ہیں وہ اس ایٹمی دور میں یہاں اپنی "بابو شاہی" کے "صدقے" چھ ماہ سے کم وقت نہیں لیں گے!!! اللہ! کب اور کون پاکستان کو اس "عفریت" کے منہ سے نکالے گا!!!

خیر! سکول برادری نے پر تپاک طریقے سے الوداع کہی۔ بزم ادب کے اجتماع میں حج بیت اللہ پر تقاریر ہوئیں اور پھر اجتماعی دعاؤں کے ساتھ سکول سے رخصت کیا گیا۔ میں اس قسم کی پرتکلف تقریبات وغیرہ کا قائل نہیں رہا تھا لیکن رفقائے مدرسہ کے اس پرخلوص اہتمام سے ایک خیر کا پہلو ضرور سامنے آیا اور وہ کہ طلبہ میں ایک دینی شعار کا شعور بیدار ہوا۔

میرے بڑے بھائی کے بیٹے میرے داماد رشید شاہ مینغا اور بیٹی چند سالوں سے کراچی ہی میں ملازمت کے سلسلہ میں رہ رہے ہیں۔ گذشتہ سال بھائی صاحب کراچی تشریف لے جا رہے تھے تو انہیں بڑی دھوم دھام سے بس کے اڈہ سے گھر اور محلہ والوں نے رخصت کیا تھا میں نے اور چند دوسرے لوگوں نے انہیں پنڈی ریل پر بٹھا کر الوداع کہی تھی مجھے بھی بھتیجے نے کئی بار تعطیلات کے دوران کراچی آنے کی دعوت دی تھی اور اس بار بھائی صاحب کے ساتھ بھی!! لیکن میں پہلے کراچی نہ جا سکا نہ کبھی ضرورت ہی محسوس ہوئی۔ ہمارے دیہات میں کسی گاؤں سے کسی کو رخصت کرنے کا منظر خاصا قابلِ دید ہوتا ہے مرد عورتیں، چھوٹے بڑے میل دو میل چل کر ریل یا بس کے اڈہ پر پہنچ کر کچھ روتی، کچھ مسکراتی آنکھوں کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرتے الوداع کہی جاتی ہے اور کسی عزیز کے بچھڑنے کا یہ منظر بعض اوقات عجیب دلگدازی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

ہاں تو جس دن کراچی کے لئے بھائی صاحب کو الوداع کہہ رہے تھے تو چند ایک ساتھیوں کی "کچھ" باتوں سے میرے دل میں یہ آرزو شدت سے ابھری جو مسکراہٹوں سے بے ساختہ اشکوں تک جا پہنچی! "اسے اللہ یہ الوداع منظر خوب ہے

انسان کا مستقبل

حافظ عبدالشکور

کیا ارشاد فرمایا آپ نے "انسان کا مستقبل تاریک ہے" مجھے اس سے اختلاف ہے اور شدید اختلاف۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ:

۱- یہ مجذوب کی بڑ قنوطیت اور یاس کا شاہکار ہے۔

۲- یہ زندگی سے فرار کے لئے ایک نعرۂ مستانہ ہے۔

۳- (SURVIVAL OF THE FITTEST) کی مسلمہ حقیقت کی نفی ہے۔

۴- یہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کی کیف آفریں بشارت کی تردید ہے۔

۵- یہ باریک بینی اور دقتِ منتظر کی فقدان کا اعتراف ہے۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ اکثر بزرگ فہم و بصیرت کے لحاظ سے ابھی بچپن کی منزل گزار رہے ہیں۔ کھلونوں پر معمولی سی خراش سے منہ بسورنے لگتے ہیں انسان کا مستقبل تاریک کیوں نظر آنے لگا۔ کیا اس لئے کہ آج کرۂ ارض پر کسی خطہ کسی ملک کسی حکومت میں انسان کے لئے امن و سکون میسر نہیں۔ لیکن کیا ایسی حالت دنیا میں آج ہی پیدا ہوئی یا تاریخ میں اس سے پیشتر بھی کبھی کوئی ایسا دور گذرا ہے ذرا پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کے سنگھم پر دنیا کی حالت کا جائزہ لیجئے وسط ایشیا روما، مغرب، مشرق اقصیٰ کہاں حکومتیں نہیں تھیں لیکن انسان کو کہاں سکون اور امن حاصل تھا۔ کہیں نہیں۔ اور خالقِ انسان نے اطلاع دیتے ہوئے فرمایا۔ وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ یعنی حالت یہ تھی کہ

سانپ تو سانپ کو نہیں ڈستا
آدمی، آدمی کو ڈستا ہے

پھر اس میں تبدیلی کیسے آئی۔ ارشاد ہوتا ہے یاایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجا منیراہ

سورج طلوع ہوا روشنی پھیل گئی تاریکی زائل ہو گئی۔ روشنی پھیلی کر پھیلتی چلی جا رہی ہے مگر چمگادڑ کو دکھائی نہ دے سکے تو اس میں آفتاب کا کوئی قصور

نہیں یہ پیغام انقلاب کیسے آیا - پس اسی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کرۂ ارض پہ آدم کی اولاد بستی تھی مگر وہ صرف صورتاً آدمی تھے حقیقتاً درندے تھے - چھٹی صدی عیسوی کی اس انقلابی شخصیت نے ان درندوں کو انسان بنایا - خالق نے اس کی شہادت دی -

فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا -

انسان کا لفظ ہی انس سے مشتق ہے انسان وہ ہے جس میں اُنس ہو محبت ہو شفقت ہو - اخوت ہو ایثار ہو - یہ سب اوصاف اس نے پیدا کئے جس کے متعلق کہا گیا ہے

ع اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اب کوئی بتائے جہاں محبت و اخوت کے یہ اوصاف موجود ہوں کیا وہاں کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل تاریک ہے - یوں کیوں نہیں کہتے کہ انسان ناپید ہے اس لئے درندوں کا مستقبل تاریک ہے خوب کہا کسی نے ہے

دی شیخ باچراغ ہمی گشت گرد شہر
کز دیو و دو ملولم و انسانم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

آج بھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں انسان بننے کی ضرورت ہے -

ہائے اس بات کا کیا علاج کہ الہامی باتیں سُن کے آج کا مغرب زدہ انسان مطمئن نہیں ہوتا ہاں اس کی مانوس آواز اس کے کانوں میں پڑ جائے تو سوچنے پہ مجبور ہو جاتا ہے اس لئے اسی آواز میں اسی حقیقت کو سنئے

المیہ یہ ہے کہ مغرب کہتا ہے امن اور خوشی چاہتے ہو تو محمدؐ کی غلامی کرو - اور محمدؐ کے غلام کہتے ہیں کہ مغربی جمہوریت کے بغیر چین نہیں آتا - یعنی جب تم انسان بننے کے لئے تیار نہیں تو اس مستقبل سے کیسے بچ سکتے ہیں جو درندوں کے لئے مقدّر ہو چکا ہے - یا مستقبل اس لئے تاریک نظر آنے لگا کہ آج کے تمدن اور معیشت نے بے چینیوں کے سوا کچھ نہیں دیا - مگر اسے تمدن کہتے کیوں ہو تمدن کا لفظ تو انسانوں کے حوالے سے استعمال ہوتا ہے جانوروں اور درندوں کا بھی کوئی تمدن ہوتا ہے اور کیا خیال ہے کہ انسان بلکہ حیوانات اور کرّہ ارض کی تباہی کے لئے ایٹم بم ہائیڈروجن بم ، نیپام بم وغیرہ کے تحفے انسان نے تیار کئے ہیں ، کیا ہیروشیما اور ناگا ساکی پہ رحمتوں کی بارش انسان نے کی نہیں یہ سب کچھ

انسان نما درندوں کی کارستانی ہے سانپ اور بچھو ڈسیں تو ان سے شکایت کیا یہ ان کی فطرت ہے، اسی طرح آج کا یہ حیوان ناطق وہ ہے جس کی فطرت درندگی ہے اسے انسان کہہ کر لفظ انسان کی توہین نہ کریں۔

مگر تمدن کا یہ نمونہ کیا تاریخ میں پہلی مرتبہ دیکھنے میں آیا ہے لیکن پلٹ کے دیکھو۔ چودہ صدیاں پہلے اس ملک میں جہاں ہم اب رہتے ہیں تمدن کی حالت یہ تھی کہ پتھر کی مورتیوں کو خوش کرنے کے لئے آدمیوں کو ذبح کیا جاتا تھا۔ وسط ایشیا میں تفریح کے لئے اور جشن منانے کے لئے انسانوں کی کھوپڑیوں کا ڈھیر لگا دیا جاتا تھا۔ باپ اپنی پیاری بیٹی کو زندہ درگور کرتا تھا اور بچی کی چیخیں اس کے دل میں کوئی ارتعاش پیدا نہ کر سکتی تھیں۔ تمدن روما میں انسانوں پر بھوکے شیر چھوڑے جاتے تھے اور زعما اس پر بہار منظر سے لطف اندوز ہوتے تھے اور نیرو بانسری بجاتا تھا۔ مگر اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک چمکنے والا آیا۔

وَدَاعِیًا محمدؐ سِرَاجًا مُّنِیْرًا

اس نے کیا کیا؟ اس نے چوروں کو محافظ بنا دیا اس نے گنواروں کو عالم و فاضل بنا دیا اس نے فاسقوں فاجروں کو زاہد و عابد بنا دیا۔ اس نے چرواہوں کو حکمران بنا دیا احمقوں کو دانشور بنا دیا مختصر یہ کہ اس نے درندوں کو انسان بنا دیا اور یہ جو کچھ کہا جا رہا ہے۔ یہ محض لفاظی نہیں بلکہ حقیقت ہے مگر اس کا کیا علاج کہ آج اس کے نام لیوا اس کی تعلیمات اپنانے سے گریزاں ہیں اور مغرب کی ہر قباحت پر غلاظت ہر شیطنیت اور ہر خباثت پر قربان ہو جانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس لئے میں بلا خوف تردید یہ اٹل حقیقت بیان کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ انسان کا مستقبل ہمیشہ روشن تھا اور رہے گا۔ انسان نما درندوں کا مستقبل تاریک ہو تو اپنی بلا سے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان بنئے اور انسان بنائیے اور انسانیت پر پرچار کرنے میں تن من دھن قربان کیا جائے یہ کام مشکل سہی مگر اس سے مفر نہیں جیسا کہ غالبؔ نے کہا ہے ؎

بسکہ مشکل ہے ہر اک کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

لہٰذا میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کہہ کر "انسان کا مستقبل تاریک ہے" انسان اور انسانیت کی توہین نہ کیجئے اور تاریخ کا منہ نہ چڑائیے۔

کہاں سے کس جگہ لایا گیا ہوں

شاہد جاوید
سرگودہا

ماں کے انتقال کے بعد بھابھی نے گھر سے نکال دیا اور ۔ میں سفارش سے P.A.F میں بھرتی ہوگیا سر پر سایہ نہ ہونے کی وجہ سے میں کافی آوارہ ہوگیا شراب چرس کے ساتھ کھیلتے تھے۔ ان عادتوں کی وجہ سے سکوٹر بھی بک گیا جو کہ میں نے ناجائز کمائی سے خریدا تھا۔ کراچی کوئٹہ میانوالی سے تبدیل ہوکر سرگودھا پہنچ گیا سارا سارا دن کرکٹ کھیلنا VCR T.V دیکھنا۔

ہمارے سپروائزر صاحب پشاور سے تبدیل ہوکر آئے وہ خالد سپروائزر کے گھر ٹھہرے جو اکیلا رہتا تھا۔ مغرب کے وقت ہم چار آدمی گپ لگا رہے تھے کہ ایک صاحب باہر سے وارد ہوئے۔ عمر میں وہ ہم سے کافی چھوٹے تھے مگر سنت رسول رکھی تھی۔ انہوں نے ذکر پر چلنے کو کہا ہم تین اُن کے ساتھ ہولئے اور تینوں راستے میں سوچتے جاتے تھے کہ کھانے کو چاول اور حلوہ ملے گا مگر ایسا نہ ہوا ہم نے دوبارہ نہ جانے تہیہ کرلیا کہ مفت کون جان لڑائے۔ یہ ۸۳-۸۲ سردیوں کی بات تھی۔ اسی طرح دن گذرتے گئے۔ جولائی کا مہینہ ہم دونوں آوارہ لڑکے سوچ میں پڑگئے کہ مرزائی پیسے بھی دیتے ہیں اور لڑکی بھی کیوں نہ مرزائی بن جائیں خیر ہم دونوں کا پروگرام بن گیا اس دوسرے ساتھی نے مرزائیوں سے پتہ کرنا شروع کردیا کہ ربوہ جاکر کس سے ملیں اور کتنے پیسے ملیں گے۔

دفتر میں جو مرزائی کام کرتے تھے اُن سے بات ہوئی انہوں نے کہا کہ ربوہ جانے کی کیا ضرورت ہے آپ ہماری کتابیں پڑھیں ہم آپ کو کاروبار کیلئے ۱۶،۱۶ ہزار دونوں کو دیں گے اگر کاروبار کیلئے یہ پیسہ کم ہوا تو آپ ۴۵،۵۰،۴ ہزار تک دے سکتے ہیں اور رشتہ بھی مل جائے گا۔

اسی دوران مشتاق احمد جو کہ P.A.F سرگودھا میں دکان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ فلم تو تم دیکھتے رہتے ہو میں منع نہیں کرتا مگر یہ بتاؤ کہ مسجد جانا نصیب ہوا ہم نے کہا آپ کو کبھی سینما جانا نصیب ہوا انہوں نے کہا سینما دیکھنا ضروری نہیں مگر مسجد کے بغیر گذارا نہیں۔ آپ کم از کم ایک نماز کیلئے ضرور مسجد آیا کریں انہوں نے مارون کا ایک سگریٹ مفت مجھے دیا اور ساتھ ایک پرانا رسالہ المرشد دے دیا بے شک واپس نہ دینا۔ رسالہ ہاتھ میں لیے سگریٹ کے کش لگاتا گھر جارہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کل نماز

کیلئے مسجد جاؤنگا اور مشتاق سے بھی ملوں گا تاکہ اس کو پتہ چل جائے کہ میں نے نماز پڑھی ہے اور اس طرح مجھے ایک سگریٹ مفت مل جایا کرے گا اگر پانچوں پڑھوں تو پانچ سگریٹ مل جایا کریں گے۔

یہ سوچتا ہوا گھر پہنچ گیا لیٹ کر رسالہ المرشد پڑھنے لگا صرف آنکھوں سے ذہن مرزائیوں کے ساتھ تھا کہ ۱۶ ہزار لے کر کیا کاروبار کرونگا اسی طرح سوچتا رہا اور ورق گردانی کرتا رہا اسی طرح رسالہ ختم ہوگیا مگر آخری صفحہ پر کیا لکھا تھا جس نے میری دنیا بدل دی۔

> حضورؐ پاک نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تمہارا گزر جنت کے باغوں میں سے ہو تو وہاں سے اپنا حق پورا پورا لیں (پھل) صحابہ نے فرمایا ہم سمجھے نہیں آپ نے فرمایا اگر کہیں ذکر الٰہی ہو رہا ہو تو اُس میں شامل ہو جایا کرو۔

یہ بات دل کے اندر جا کر لگی۔ مرزائیوں سے جو سودا ہو رہا تھا وہ ٹھنڈا ہو گیا اور میں اُس لڑکے شبیر کو ڈھونڈنے لگا تاکہ ذکر میں چلا جایا کروں کیونکہ وہ کوارٹر بھول گیا تھا جس میں دو ٹائم ذکر ہوتا ہے۔ اور مشتاق سے بھی بات نہ کر نہ جانے کیوں شبیر لڑکا پندرہ دن کی چھٹی گیا ہوا تھا۔

مرزائیوں سے ملنا چھوڑ دیا کیونکہ ان کیلئے اب دل میں جگہ نہ تھی ۱۶ دن کی کوشش کے بعد شبیر صاحب سڑک پر جاتے مل گئے میں نے روک لیا اور کہا کہ آپ کہاں گم ہو گئے تھے اور وہ مکان کدھر ہے جہاں ذکر کیلئے لے گئے تھے شبیر صاحب کہنے لگے مکان دیکھا دیتا ہوں مگر کھانے کو حلوہ ملے گا اور نہ چاول میں نے کہا حلوہ میں آپ کو کھلاؤنگا خیر انہوں نے مکان دیکھا دیا اُس وقت عصر کا وقت تھا۔ خیر اُس دن میں مغرب کی نماز کے بعد میں ذکر کیلئے گیا کو مشتاق بھی وہاں ملا وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اس طرح روز ذکر ہونے لگا اور جو بات سمجھ نہ آتی تو میں اُس کے بارے سوال کرتا اس طرح تسلی ہوتی گئی دوسرے ساتھی سوال کرنے پر بعد منع کرتے مگر میں نہ مانتا مغرب سے پہلے بیڈمنٹن کھیلنے لگے کھلاڑی زیادہ تھے اس لئے روشنی کا بندوبست کر لیا گیا اور اسی طرح کھیل عشاء تک جاری رہتا اور ذکر الٰہی میں ناغے ہونے لگے لیکن کھیل کے دوران میں مغرب کی نماز مسجد میں پڑھ کر واپس آ جاتا کھیل میں کیونکہ دوسرے ساتھی شیطان کا رول کرنے کہ مغرب سے پہلے مجھے مسلسل تین گیم نہ لگانے دیتے اسی طرح کھیل دوران میں مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد واپس کیلئے ابھی کھڑا ہی ہوا تھا کہ اصغر صاحب آ گئے جن کے گھر ذکر کیلئے جاتے تھے۔ انہوں نے کہا کیا بات

ہے ناغے ہو رہے ہیں میں نے جھوٹ بولا کہ امتحان سر پر ہیں اس لئے اپنے بچوں کو پڑھاتا ہوں (حالانکہ میں غیر شادی شدہ ہوں) انہوں نے کہا اُنکا ٹائم تبدیل بھی ہو سکتا ہے بہر کیف آج تو آؤ کہ شکیل صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ خیر میں چلا گیا ذکر کے بعد شکیل صاحب نے فرمایا کل جمعرات ہے (یہ جنوری ۸۴ء کی دوسری جمعرات تھی) کون کون جائیگا مشتاق نے ہاتھ کھڑا کیا دل تو میرا بھی کیا مگر ہاتھ نہ کھڑا کیا کہ شاید ارادہ بدل جائے۔

باہر آکر مشتاق سے پوچھا تو اس نے کہا کہ شہر سے ویگن جاتی ہے۔ آرام سے جاتے ہیں آرام سے آتے اگر جانا ہو تو میرے گھر آجانا خیر دوسرے دن ٹیپ ریکارڈ کوٹ کے جیب میں ڈالی اور مائیک دوسری جیب میں مشتاق کے ساتھ شہر ویگن میں بیٹھ کر چکڑالہ کیلئے چل دیئے۔ مغرب میانوالی جا کر پڑھی۔ اور وہاں شکیل صاحب نے فرمایا کہ اس دفعہ آدمی کم ہیں اس لئے ہر آدمی کو پیسے حصہ میں زیادہ آتے ہیں۔ ویگن کے کرائے کے لئے ہر آدمی /۵، /۵، روپے دیدو، میرا رنگ اُڑ گیا میری جیب میں گیارہ روپے تھے میں نے مشتاق سے کہا کہ یہاں آپ میری طرف سے پیسے دے دیں میں آپ کو یکم کو دے دوں گا۔ خیر چکڑالہ پہنچے وہاں پہنچتے ہی دل کی کیفیت بدل گئی مسجد میں گئے تو گرم پانی حیرانگی کی بات۔ جلدی سے وضو کیا اور ذکر میں شامل ہو گئے۔ رش زیادہ تھا۔ صفیں ختم نیچے بیٹھنا پڑا ذکر تو چند منٹ نصیب ہوا مگر مزا آگیا خیر رات گذاری تہجد کے بعد ذکر کیا مگر مزا نہ آیا کیونکہ دوسرا آدمی میرے پاؤں پر بیٹھ گیا تھا اس کی تکلیف کی وجہ سے۔ خیر فجر کے بعد استاد المکرم کے گھر گئے ناشتہ ملا، کمرہ بھرا ہوا تھا۔ کافی لوگ باہر کھڑے تھے میں بھی اُن میں کھڑا ہو گیا۔ استاد مکرم دو آدمیوں کے سہارے آرہے تھے میں حیران تھا کہ پیر تو بہت دیکھے ہیں مگر اتنے سادہ نہیں دیکھے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اس کے بعد استاد مکرم کے پیچھے میں بھی اندر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔ اس دن امریکہ سے خط آیا تھا اس انگریز نے جو مسلمان ہو گیا تھا کرنل مطلوب صاحب نے پڑھ کر ترجمہ کر کے سنا رہے تھے۔ استاد مکرم کے چہرے کے دائیں طرف درد تھا آپ نے رومال گول کر کے ہاتھ میں لے کر

چہرہ پر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے بہت
تکلیف ہے مگر انبیاء کرام کو اس سے بھی
زیادہ تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔
مجھے کسی نے بتایا تھا کہ اگر درد ہو رہا ہو تو
سورۃ الکوثر سات بار پڑھ کر پھونکی جائے
تو آرام آجاتا ہے۔ تو جب استاد المکرم نے
تکلیف کا بتایا تو میں نے وہی آیتہ سات
مرتبہ پڑھی اور آہستہ سے یعنی اشارۃً
استاد المکرم کی طرف پھونکی تاکہ خدا آرام دے
جیسے ہی میں نے پھونک ماری استاد المکرم
نے بڑے غور سے میری طرف دیکھا تو میں نے
آنکھیں جھکا لیں۔ جب خط ختم ہؤا تو کرنل صاحب
نے کہا کہ حضرت اس دفعہ کافی ساتھی ہیں
جو بیعت ہونا چاہتے ہیں استاد المکرم نے
فرمایا آنے دو اب کرنل صاحب کا اشارہ میری طرف
تھا کہ تم اُٹھو گے تو راستہ بنے گا میں ادھر اُدھر
دیکھ رہا تھا کہ یہاں کہیں گھس جاؤں مگر
کام نہ بنا جب میں نے دیکھا کہ اب اٹھنا ہی
پڑے گا تو میں بیٹھے بیٹھے بہت آگے جھک
گیا اور استاد المکرم سے عرض کیا کہ تھاپڑا دیں
آپ نے ایک ہاتھ سے تھاپڑا دیا کمزوری
کی وجہ سے ہاتھ میں طاقت نہ تھی میں نے
عرض کیا اس تھاپڑے سے میرا گزارا نہیں

آپ جوتا ماریں یا ڈنڈا میرا کوئی کام انسانوں
والا نہیں تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے تھاپڑا
دیا اس طرح چلے آئے۔ ساتویں دن میں نے
داڑھی رکھ لی جو استاد المکرم نے روحانی طور پر
رکھائی۔ ۱۰؍ فروری کو اطلاع ملی کہ استاد المکرم
انتقال فرما گئے اس طرح سب ساتھی چکڑالے پہنچ
گئے پہلے عصر پڑھی پھر جنازہ اسی رات واپس آگئے
اس کے بعد مولانا اکرم صاحب نے منارہ بلایا میں
بھی گیا اکابرین نے بیعت کی مگر میں نے نہ کی کیونکہ
میں پہلے ہی بھیرہ پیر کرم شاہ کے ہاتھ پر بیعت تھا
مگر کوئی تبدیلی نہ آئی تھی اس طرح وہاں سے
بھی تھاپڑا لیا اور واپس آگیا چار دن بعد پتہ چلا
کہ کچھ ملا ہے منارہ سے اس کے بعد مولانا محمد اکرم صاحب
جوہر آباد آئے میں بھی گیا ذکر کیا واپس آنے کے بعد
چار دن بعد پتہ چلا کہ کچھ ملا ہے پھر مسجد مرشد آباد
شروع ہونی میں گیا دو دن کام کیا کرنل صاحب
سے وٹامن سی کی گولیاں کھا کھا کر کام کیا۔
تیسرے دن ۱۳؍ اپریل ۸۲ء کو میں مولانا اکرم صاحب کے ہاتھ پر
بیعت ہو گیا اس عرصہ میں اعتکاف بھی نصیب ہوا پہلے
روزہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا اب کیف میں ہی نہیں ہر آدمی
اپنے پیاس کے حساب سے فیض لے رہا ہے بے شک کوئی
دور ہے یا نزدیک دوسروں سے مجھ ناچیز کی یہ نصیحت ہے کہ نیک
کام کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو کسی نہ کسی وقت نیک لوگوں میں
بیٹھنے کا موقعہ دیگا اب مجھے کسی لالچ و حرص کی تمنا نہ رہی۔

طارق کلاتھ ہاؤس

کپڑے کی ہر قسم

تھوک

خریداری

کیلئے

مندر گلی ۱

فیصل آباد کو یاد رکھیں فون ۳۰۱۸۹

30189

ماہنامہ "طیّب" دیوبند

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ اور کلیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
کی مشترکہ علمی یادگار

مدیر اعلیٰ
مولانا سید ازہر شاہ قیصر

مدیر مسئول
سید نسیم اختر شاہ قیصر

- دیوبند کی علمی دینی ثقافتی اور تحریری روایات علمبردار
- مسلمانوں کی موجودہ نسل کے لئے ایک نئی دعوتِ فکر
- ایک مقصدی رسالہ جسے صحیح الفکر علماء اور مفکرین کی ایک جماعت مرتب کر رہی ہے

ماہنامہ طیّب کے مطالعہ سے اپنی پوری زندگی میں فکر و نظر کی توانائی اور عرصۂ زندگی میں سعی و جہد کا ایک نیا خزانہ آپ پا سکتے ہیں۔

- پاکستان کے شائقین حضرات کے لئے سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے

حضرت مولانا عطاء المحسن بخاری مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان کے نام روانہ کر کے رسید ہمیں بھیج دیں۔ رسالہ جاری کر دیا جائے گا

پتہ: منیجر ماہنامہ "طیّب" دیوبند ضلع سہارنپور

ہے تانے ہو رہے ہیں میں نے جھوٹ بولا کہ امتحان سر پر ہیں اس لئے اپنے بچوں کو پڑھاتا ہوں (حالانکہ میں غیر شادی شدہ ہوں) انہوں نے کہا انکا ٹائم تبدیل بھی ہو سکتا ہے بہر کیف آج تو آؤ کہ شکیل صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ خیر میں چلا گیا ذکر کے بعد شکیل صاحب نے فرمایا کل جمعرات ہے (یہ جنوری ۸۴ء کی دوسری جمعرات تھی) کون کون جائیگا مشتاق نے ہاتھ کھڑا کیا دل تو میرا بھی کیا مگر ہاتھ نہ کھڑا کیا کہ شاید ارادہ بدل جائے۔

باہر آ کر مشتاق سے پوچھا تو اس نے کہا کہ شہر سے ویگن جاتی ہے۔ آرام سے جاتے ہیں آرام سے آتے اگر جانا ہو تو میرے گھر آ جانا خیر دوسرے دن ٹیپ ریکارڈ کوٹ کے جیب میں ڈالی اور مائیک دوسری جیب میں مشتاق کے ساتھ شہر ویگن میں بیٹھ کر چکڑالہ کیلئے چل دیئے۔ مغرب میانوالی جاکر پڑھی۔ اور وہاں شکیل صاحب نے فرمایا کہ اس دفعہ آدمی کم ہیں اس لئے ہر آدمی کو پیسے حصہ میں زیادہ آتے ہیں۔ ویگن کے کرائے کے لئے ہر آدمی ۵/، ۵/، روپے دیدو، میرا رنگ اُڑ گیا میری جیب میں گیارہ روپے تھے میں نے مشتاق سے کہا کہ یہاں آپ میری طرف سے پیسے دے دیں میں آپ کو یکم کو دے دوں گا۔ خیر چکڑالہ پہنچے وہاں پہنچتے ہی دل کی کیفیت بدل گئی مسجد میں گئے تو گرم پانی حیرانگی کی بات۔ جلدی سے وضو کیا اور ذکر میں شامل ہو گئے۔ رش زیادہ تھا۔ صفیں ختم نیچے بیٹھنا پڑا ذکر تو چند منٹ نصیب ہوا مگر مزا آ گیا خیر رات گذاری تہجد کے بعد ذکر کیا مگر مزا نہ آیا کیونکہ دوسرا آدمی میرے پاؤں پر بیٹھ گیا تھا اس کی تکلیف کی وجہ سے۔ خیر فجر کے بعد استاد المکرم کے گھر گئے ناشتہ ملا، کمرہ بھرا ہوا تھا۔ کافی لوگ باہر کھڑے تھے میں بھی اُن میں کھڑا ہو گیا۔ استاد مکرم دو آدمیوں کے سہارے آ رہے تھے میں حیران تھا کہ پیر تو بہت دیکھے ہیں مگر اتنے سادہ نہیں دیکھے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اس کے بعد استاد مکرم کے پیچھے میں بھی اندر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔ اس دن امریکہ سے خط آیا تھا اس انگریز نے جو مسلمان ہو گیا تھا کرنل مطلوب صاحب نے پڑھ کر ترجمہ کر کے سُنا رہے تھے۔ استاد مکرم کے چہرے کے دائیں طرف درد تھا آپ نے رومال گول کر کے ہاتھ میں لے کر

چہرہ پر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے بہت تکلیف ہے مگر انبیاء کرام کو اس سے بھی زیادہ تکالیف برداشت کرنی پڑی ہیں۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ اگر درد ہو رہا ہو تو سورۃ الکوثر سات بار پڑھ کر پھونکی جائے تو آرام آ جاتا ہے۔ تو جب اُستاد المکرم نے تکلیف کا بتایا تو میں نے وہی آیتہ سات مرتبہ پڑھی اور آہستہ سے یعنی اشارۃً استاد المکرم کی طرف پھونکی تاکہ خدا آرام دے جیسے ہی میں نے پھونک ماری استاد المکرم نے بڑے غور سے میری طرف دیکھا تو میں نے آنکھیں جھکا لیں۔ جب خط ختم ہوا تو کرنل صاحب نے کہا کہ حضرت اس دفعہ کافی ساتھی ہیں جو بیعت ہونا چاہتے ہیں استاد المکرم نے فرمایا آنے دو اب کرنل صاحب کا اشارہ میری طرف تھا کہ تم اُٹھو گے تو راستہ بنے گا میں ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ یہاں کہیں گھس جاؤں مگر کام نہ بنا جب میں نے دیکھا کہ اب اٹھنا ہی پڑے گا تو میں بیٹھے بیٹھے بہت آگے جھک گیا اور استاد المکرم سے عرض کیا کہ تھا پڑا دیں آپ نے ایک ہاتھ سے تھاپڑا دیا کمزوری کی وجہ سے ہاتھ میں طاقت نہ تھی میں نے عرض کیا اس تھاپڑے سے میرا گزارا نہیں آپ جوتا ماریں یا ڈنڈا میرا کوئی کام انسان والا نہیں تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے تھاپڑا دیا اس طرح چلے آئے۔ ساتویں دن میں نے داڑھی رکھ لی جو استاد المکرم نے روحانی طور پر رکھائی۔ ۱۸ فروری کو اطلاع ملی کہ استاد المکرم انتقال فرما گئے اسی طرح سب ساتھی چکڑالے پہنچ گئے پہلے عصر پڑھی پھر جنازہ اسی رات واپس آ گئے اس کے بعد مولانا اکرم صاحب نے منارہ بلایا میں بھی گیا اکابرین نے بیعت کی مگر میں نے نہ کی کیونکہ میں پہلے ہی بھیرہ پیر کرم شاہ کے ہاتھ پر بیعت تھا مگر کوئی تبدیلی نہ آئی تھی اس طرح وہاں سے بھی تھاپڑا لیا اور واپس آگیا چار دن بعد پتہ چلا کہ کچھ ملا ہے منارہ سے اس کے بعد مولانا محمد اکرم صاحب جوہر آباد آئے میں بھی گیا ذکر کیا واپس آنے کے بعد چار دن بعد پتہ چلا کہ کچھ ملا ہے پھر مسجد مرشد آباد شروع ہونی میں گیا دو دن کام کیا کرنل صاحب سے وٹامن سی کی گولیاں کھا کھا کر کام کیا۔

تیسرے دن ۱۴ اپریل ۸۴ء کو میں مولانا اکرم صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا اس عرصہ میں اعتکاف بھی نصیب ہوا پہلے روزہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا بہر کیف میں ہی نہیں ہر آدمی اپنے پیاس کے حساب سے فیض لے رہا ہے بے شک کوئی دور ہے یا نزدیک دوستوں سے مجھ ناچیز کی یہ نصیحت ہے کہ نیک کام کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو کسی نہ کسی وقت نیک لوگوں میں بیٹھنے کا موقعہ دیگا اب مجھے کسی لالچ و حرص کی تمنا نہ رہی۔

طارق کلاتھ ہاؤس

کپڑے کی ہر قسم
تھوک
خریداری
کیلئے
مندر گلی ۱

فیصل آباد کو یاد رکھیں فون ۳۰۱۸۹

30189

ماہنامہ "طیّب" دیوبند

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ اور کلیم الاسلام مولانا قاری محمد طیّب صاحبؒ
کی مشترکہ علمی یادگار

مدیر اعلیٰ
مولانا سیّد ازہر شاہ قیصر

مدیر مسئول
سیّد نسیم اختر شاہ قیصر

- دیوبند کی علمی دینی ثقافتی اور تحریری روایات علمبردار
- مسلمانوں کی موجودہ نسل کے لئے ایک نئی دعوتِ فکر
- ایک مقصدی رسالہ جسے صحیح الفکر علماء اور مفکرین کی ایک جماعت مرتّب کر رہی ہے

ماہنامہ طیّب کے مطالعہ سے اپنی پوری زندگی میں فکر و نظر کی توانائی اور عرصۂ زندگی میں سعی و جہد کا ایک نیا خزانہ آپ پا سکتے ہیں۔

- پاکستان کے شائقین حضرات کے لئے سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے

حضرت مولانا عطاء المحسن بخاری مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان کے نام روانہ کر کے رسید ہمیں بھیج دیں۔ رسالہ جاری کر دیا جائے گا

پتہ: منیجر ماہنامہ "طیّب" دیوبند ضلع سہارنپور

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجِم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255